جامعہ سلفیہ کا علمی ادبی اور اصلاحی رسالہ

ماہنامہ محدّث بنارس

جلد ۱۰	رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۲ھ	جولائی ۱۹۸۲ء	شمارہ ۶/۷

ایڈیٹر

صفی الرحمن مبارکپوری

پتہ

خط وکتابت کے لیے ——— ایڈیٹر محدث۔ جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب وارانسی

بدلِ اشتراک کے لیے ——— مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب وارانسی

MAKTABA SALAFIA REORI TALAB VARANASI — 221010

ٹیلی گرام: دارالعلوم، وارانسی • ٹیلی فون: ۶۳۵۷۷

بدلِ اشتراک
• سالانہ ۲۵ روپے • ششماہی ۱۳ روپے
• اس پرچہ کی قیمت ۳ روپے • بیرونِ ملک سے ۲۰ ڈالر

ناشر:۔ جامعہ سلفیہ بنارس طابع:۔ عبدالوحید مطبع: سلفیہ پریس بنارس

تزئین وکتابت: انور جمال

AsliAhleSunnet.com

چند جملے قارئین سے

محدث کے اندر شائع کیے جانے والے مضامین کے موضوعات کا مجوزہ خاکہ ہم ماہ مارچ کے شمارے میں پیش کر چکے ہیں، ہماری مسلسل یہ کوشش ہے کہ ہر شمارے میں زیادہ سے زیادہ تنوع اور رنگارنگی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے چھوٹے اور مختصر مضامین کی ضرورت ہے۔ لیکن بعض اہم مناسبتوں سے کبھی کبھی اس کی خلاف ورزی بھی ہوگی۔ چنانچہ ماہ مئی کا شمارہ واقعۂ بالاکوٹ کی تفصیلات پر مشتمل تھا، اس لیے دوسرے مضامین کے لیے دامن تنگ ہوگیا تھا، اور اب موجودہ شمارہ روزے سے متعلق خصوصی اشاعت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے دوسرے موضوعات کے لیے گنجائش نہیں نکل سکی۔ ان شاء اللہ آئندہ سے پھر وہی رنگارنگی رہے گی۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے قارئین کو "عالم اسلام" کا خصوصی انتظار رہتا ہے، ان شاء اللہ انھیں مایوس نہیں ہونا پڑے گا۔ ہم آئندہ پھر خصوصی ذخیرۂ معلومات کے ساتھ حاضر ہو رہے ہیں۔

ذمہ داران مدارس سے

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے اکثر جماعتی مدارس اپنی کارکردگی اور تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی تصدیق و توثیق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مدارس کے ذمہ داران سے گذارش ہے کہ جامعہ سلفیہ سے کسی قسم کی تصدیق کے لیے وہ پہلے اپنے صوبہ کی جمعیت کے صدر یا ناظم سے اپنے ادارہ کے متعلق ایک تصدیق حاصل کرلیں، پھر اسے اپنی درخواست کے ساتھ جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ کی خدمت میں پیش کریں، اس طرح ان کی درخواست پر فوری طور پر کارروائی ممکن ہو سکے گی۔

صوبائی جمعیت کی تصدیق کے بغیر کسی ادارہ کی درخواست قابلِ غور نہ ہوگی۔ والسلام علیکم۔

دفتر جامعہ سلفیہ۔ ریوڑی تالاب۔ بنارس

AsliAhleSunnet.com

نقش راہ

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے انسان میں خیر اور شر دونوں طرح کی صلاحیت رکھی ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں اپنے انداز فکر کے مطابق دونوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتا ہے، بلکہ مشاہدے اور تجربے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اکثر لوگوں میں خیر اور شر دونوں جمع ہوتے ہیں، جو شخص خیر کی راہ اپناتا ہے اس سے بھی فطری تقاضوں اور بشری کمزوریوں کی بنا پر بہت سی غلطیاں اور لغزشیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اور جو شخص برائی کی راہ اختیار کرتا ہے وہ بھی بہت سے مواقع پر اچھے کام کر ڈالتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انسان کی دو ایسی فطری ضرورتیں ہیں جن کی تہ سے بیشتر برائیاں پھوٹتی ہیں، ایک پیٹ، دوسرے شرمگاہ، پیٹ پالنے کا مسئلہ انسان کے لیے بڑا کٹھن ہے، اور جب انسان اس ضرورت سے نمٹنے کے لیے صحیح غلط اور حلال و حرام کی تمیز اٹھا دیتا ہے، تو ایسی گوناگوں برائیوں میں ملوث ہو جاتا ہے جن کا شمار مشکل ہے۔ اسی طرح جب وہ خواہش نفس کی تکمیل کے چکر میں جائز حدود کو توڑ دیتا ہے تو عیاشی اور فحاشی میں مبتلا ہو کر اس راہ کی ہزاروں لعنتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پیٹ اور شرمگاہ کی کمزوری عام انسانوں کے اندر پائی جانے والی تقریباً تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔

اگر انسان اپنی ان دونوں کمزوریوں پر قابو پالے اور ان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے جائز اور حلال حدود سے قدم آگے نہ بڑھائے تو پھر وہ کسی اہم گناہ میں ملوث نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو بھی جائے تو بہت جلد توبہ و انابت اور استغفار کے ذریعہ اپنے آپ کو پاک و صاف کر لے گا، لیکن اگر ان دونوں کمزوریوں پر قابو نہیں پاتا تو گناہوں اور جرائم کی دلدل سے نکلنا اس کے لیے سخت مشکل ہو گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

AsliAhleSunnet.com

فرمایا ہے : من یضمن لی ما بین لحییه وما بین فخذیه اضمن له الجنة

جو شخص مجھے اپنے دونوں داڑھ اور دونوں ران کے درمیان کی یعنی منہ اور شرمگاہ کی حفاظت کی گارنٹی دے میں اسے جنت کی گارنٹی دیتا ہوں ۔

روزے کا یہ پہلو خاص طور پر قابل غور ہے کہ روزہ دار کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے سے مکمل طور پر پرہیز کرتا ہے ۔ یعنی روزے دار کے پاس حلال کمائی سے حاصل کی ہوئی حلال خوراک موجود ہوتی ہے جائز طریقے سے حاصل کیا ہوا پانی موجود ہوتا ہے ، صحیح طریقے سے نکاح میں لائی ہوئی بیوی موجود ہوتی ہے اور مقاربت کے مواقع بھی حاصل ہوتے ہیں ، لیکن وہ بھوک کے باوجود کھانا نہیں کھاتا ، پیاس کے باوجود پانی نہیں پیتا ، اور خواہش کے باوجود بیوی کے پاس نہیں جاتا ۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ یہ پابندی نہ کسی مجبوری کی بنا پر اختیار کرتا ہے نہ دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ، بلکہ اس پابندی کو اختیار کر کے اسے کچھ نہ کچھ دنیوی فائدے کی قربانی ہی دینی پڑتی ہے ، پھر وہ یہ پابندی کیوں اختیار کرتا ہے ؟ ظاہر ہے کہ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ۔ گویا وہ زبان حال سے اس بات کا اقرار اور عہد کرتا ہے اور عمل سے اس کا ثبوت بھی دیتا ہے کہ اگر اللہ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنی حلال کمائی بھی نہ کھاؤں پیوں اور اپنی جائز منکوحہ بیوی کے پاس بھی نہ جاؤں تو میں ایسا ہی کروں گا ۔

یہ روزے کا مقصد ہے جو بالکل بدیہی ہے اور جس کا شعور ہر روزے دار کو ہونا ہی چاہیے ۔ اب غور کیجیے کہ ! ایک شخص جو محض رضائے الٰہی کی طلب میں اس حد تک آگے جا سکتا ہے کہ اپنی حلال کمائی کی خوراک تج کر اپنے اختیار سے بھوک پیاس کی سختیاں جھیلے ، کیا وہ کسی دوسرے وقت اس سطح پر بھی اتر سکتا ہے کہ رضائے الٰہی سے بالکل بے نیاز ہو کر حرام کمائی کمائے اور حرام خوراک کھائے ، اسی طرح کیا کوئی انسان جو محض رضائے الٰہی کی طلب میں خواہش اور موقع کے باوجود اپنی منکوحہ بیوی سے دور رہتا ہو کیا اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ دوسرے اوقات میں اپنی ہوس نفس کی تکمیل کے لیے حلال و حرام کی تمیز ختم کر دے گا ؟ ظاہر بات ہے کہ کوئی انسان جو عقل و شعور رکھتا ہو ، اس سے ایسی توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی ، ایسی متضاد حرکتیں تو وہی کر سکتا ہے جو بفحوائے حدیث جانور کے مثل ہو ۔ کالبعیر لا یدری لم عقله اهله ثم ترکوه

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

AsliAhleSunnet.com

رمضان مُبارک کے فضائل و احکام

مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانی مبارکپوری

روزے کی فرضیت پر عقلی دلائل اور فلسفیانہ حکمت و مصلحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے وہ فضائل اور منافع احکام اور مسائل مختصر طور پر ذکر کر دیں جو صحیح احادیث اور مستند آثار و اقوال سے ثابت ہیں۔

(۱) اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایة فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين وفی رواية فتحت ابواب الرحمة۔ (صحیحین)

جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے اور ایک روایت میں ہے کہ بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جنت یا آسمان یا رحمت کے دروازوں کا کھلنا اور اسی طرح دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا، شیاطین کا زنجیروں میں جکڑ دیا جانا حقیقۃً ہے۔ مجاز اور کنایہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض علماء نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھولنا، نزول رحمت سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازوں کے کھولنے سے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دینی مراد ہے۔ اور دوزخ

AsliAhleSunnet.com

کے دروازوں کا بند کرنا کنایہ ہے روزہ داروں کا نفسانی خواہشوں کے دبانے کے باعث معاصی اور طغیانی سے خلاصی پانے سے ۔ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا روزہ رکھنا، راتوں میں قیام کرنا اور شیفتگان سنت نبویہ کا انوار الٰہی میں غوطہ زن ہونا اور ان کی دعاؤں کا اثر دوسروں تک پہونچنا، ان کے نور کا پرتو دوسرے مسلمانوں پر پڑنا، ان کی برکتوں سے تمام مسلمانوں کا مستفیض ہونا اور ہر مسلمان کا حسب توفیق واستعداد نیک اور اچھے عمل کرنا اور ہلاکت وتباہی میں ڈالنے والی برائیوں سے بچنا، گویا ان پر جنت کے دروازوں کا کھول دینا اور دوزخ کے دروازوں کا بند کر دینا ہے، کیوں کہ یہی چیزیں دوزخ سے بچاکر جنت میں لے جانے والی ہیں ۔ اسی طرح جب قوت بہیمیہ دبادی گئی اور اس کا اثر اور عمل ظاہر نہیں ہوا اور تمام مسلمان اچھے کام میں مشغول ہو گئے، اور قوت ملکیہ کے آثار واعمال کا ظہور ہوا تو سمجھنا چاہیئے کہ برائیوں پر برانگیختہ کرنے والے نیک کاموں سے باز رکھنے والے شیاطین قید کر دیے گئے ہیں ۔

(۲) من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ۔

جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ۔

ہر چھوٹے بڑے شرعی کام اور عبادت کی صحت ومقبولیت کے لیے اخلاص نیت شرط ہے، اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے،

(۳) کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ: الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک والصیام جنۃ ۔ الحدیث

انسان کے ہر نیک عمل کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، روزے کا حکم ثواب کے بارے میں جدا گانہ ہے، اس کا اجر وثواب بے شمار ہے، بندہ میرے ہی لیے روزہ رکھتا ہے

AsliAhleSunnet.com

میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، وہ محض میری خاطر اپنی خواہش کی چیزوں اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشی ہے ایک طبعی افطار کے وقت، دوسری خوشی جب اس کو خدا کا دیدار حاصل ہوگا۔ اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بڑھ کر ہے، اور روزہ برے کاموں اور عذاب الٰہی سے بچاؤ اور ڈھال ہے۔

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو و لعب فسق و فجور، عصیان و طغیان برائی اور بیحیائی، غفلت اور بے پروائی میں گزار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش نہیں کرتے، کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈھتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کا مہینہ دور کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بن کر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گزار دیتے ہیں، اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کر دیتے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کو دھوکا دینے کے لیے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے، مگر خالق عالم ظاہر اور باطن دل اور زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے، اس کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزے نہیں رکھتے اور روزے رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ بھی تھے کہ سفر میں جہاد کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار کر دیئے۔ اور افطار کی رخصت و اجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑتے میں تردد کرتے تھے۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض سے محبت، وشیفتگی اور بعد و نفرت کے دونوں دور پر نظر ڈالیے کس قدر عبرت خیز ہے۔ انہی فرائض و واجبات کی محبت و اتباع نے ان کو بام عروج تک پہونچایا اور آج ان کی تکمیل کو تضیع اوقات اور تکلیف مالایطاق سمجھ کر ترقی سے مانع سمجھا جاتا ہے، لیکن یا وجود چھوڑ دینے کے اسی ذلت اور پستی غلامی و عبودیت میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ بدترین اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل انسان بنے ہوئے ہیں۔ اللھم ارحم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

مہینہ کی ابتدا اور انتہا میں رویت ہلال کا اعتبار

رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور دوسرا مہینہ سال کے تمام مہینوں کی ابتدا اور انتہا میں نیا چاند نکلنے اور دیکھے جانے کا اعتبار ہے، جنتری اور کیلنڈر اور فلکی حساب

AsliAhleSunnat.com

کا قطعاً اعتبار نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ صوموا لرویته وافطروا لرویته (صحیحین)

رویت ہلال کی شہادت

رمضان کے چاند کی رویت کے ثبوت کے لیے ایک معتبر مسلمان کی گواہی کافی ہے۔

عن ابن عباس قال: جاء اعرابي الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: انی رأيتُ الهلال يعنى هلال رمضان. فقال: أتشهد ان لا إله الا الله؟ قال نعم. قال: أتشهدُ أن محمداً رسول الله؟ قال نعم. قال: فقال: يابلال! اذّن فى الناس صوموا غدا۔ (السنن اربعہ)

عن ابن عمر قال: تراءى الناس الهلال: فاخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم، انى رأيته، فصام وامر الناس بصيامه۔ (سنن اربعہ)

علامہ شوکانی ان دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں: الحديثان يدلان على انها تقبل شهادة الواحد فى دخول رمضان۔ (نیل الاوطار)

عید الفطر اور ذی الحجہ کے مہینوں کی ابتدا کے لیے دو معتبر مسلمان مردوں یا ایک مسلمان مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

عن رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم قال: اختلف الناس فى أخر يوم من شهر رمضان فقدم اعرابيان فشهدا عند النبى صلى الله عليه وسلم بالله لأهلا الهلال امس عشية. فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس ان يفطروا. وزاد فى رواية " وان يغدوا الى المصلى۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

عن ابى مالك الاشجعى ناحسين بن حارث الجدلى ان امير مكة خطب ثم قال عهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ننسك للرؤية، فان لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما الخ (ابوداؤد)

AsliAhleSunnet.com

قال النووی: لا تجوز شهادة عدل واحد علی هلال شوال عند جمیع العلماء الا اباثور

دوسرے مقام کی رویت کی خبر کا حکم

کسی مقام میں رمضان یا شوال کا چاند دیکھا گیا تو اس مقام رویت سے دور مشرق میں واقع دوسرے مقام والوں کے لیے ان کی رویت اس وقت معتبر ہوگی جبکہ ان دوسرے مقامات کے مطالع، مقام رویت کے مطلع سے مختلف نہ ہوں۔ موضع رویت سے دور مشرق میں واقع بلاد و امصار کے حق میں مغربی مقام کی رویت کے اعتبار و عدم اعتبار کے معاملہ میں اتحاد و اختلاف مطالع کا لحاظ ضروری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں شام (جو مدینہ سے شمال مغرب میں واقع ہے) کی رویت کا اعتبار بظاہر اسی لیے نہیں کیا تھا کہ مدینہ کا مطلع شام کے مطلع سے مختلف ہے۔ "لکل اهل بلد رؤیتهم" یہ نہ تو حدیث مرفوع ہے نہ کسی صحابی کا قول، بلکہ کسی فقیہ کا قول ہے، اس لیے حدیث مذکور کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں۔

بعض علماء فلکیات کا کہنا ہے کہ مطلع پانچ سو میل کے قریب کی مسافت پر مختلف ہو جاتا ہے۔ بنا بریں ہندوستان کے کسی مغربی حصہ کی رویت اس کے مشرقی حصہ مثلاً مشرقی بہار و بنگال کے حق میں معتبر نہیں ہوگی

تار، ٹیلی فون، خط اور ریڈیو کے ذریعہ چاند کی خبر کا حکم

تار، لاسلکی (وائرلیس) ٹیلی فون، خطوط، ریڈیو، بلاشبہ خبر رسانی کے ذرائع ہیں اور دنیا ان پر اعتماد کرتی ہے، لیکن ان کا معاملہ شک و شبہ سے خالی نہیں ہوتا، اس لیے ایک خالص دینی و شرعی معاملہ اور مسئلہ میں ان ذرائع سے آئی ہوئی خبر رویت پر اعتماد اور ان کے اعتبار کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ تار، ٹیلی فون اور خط کی خبر صرف اس وقت معتبر ہوگی جبکہ خاص انتظام کے تحت متعدد مقامات رویت سے متعدد تار یا ٹیلی فون یا خطوط آئیں، اور جن کو ٹیلی فون کیا گیا ہو یا خطوط لکھے گئے ہوں وہ لوگ ان ٹیلی فون کرنے والوں کی آوازیں اور خط لکھنے والوں کی تحریریں پہچانتے ہوں، جن کی بناء مستند علماء کو ان خبروں کی صحت کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔

AsliAhleSunnet.com

ریڈیو کی خبر کے معاملہ میں حسب ذیل امور پر نظر رکھنی چاہیے۔

۱۔ ریڈیو کی اجمالی خبر کہ فلاں شہر یا فلاں مقام میں چاند دیکھا گیا، کل روزہ رکھا جائے گا یا عید منائی جائے گی، مطلقاً قابلِ قبول نہیں ہے اور اس طرح کی خبر پر صوم یا افطار درست نہیں ہے۔ اسی طرح ایک مقام کی خبر کے بارے میں مختلف شہروں کے ریڈیو اسٹیشنوں کا اعلان بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔

۲۔ ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان خبر ہے۔ شہادت اصطلاحی نہیں ہے اس لیے اس میں شہادتِ مصطلحہ کے شرائط وقیود کا لحاظ و اعتبار نہیں ہوگا۔

۳۔ ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار کا حکم دیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی جماعت کی طرف سے ہو یا کم از کم اس جماعت کی ذمہ داری کے حوالہ سے ہو کہ انھوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مثلاً کوئی متدین مسلمان ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار رویت ہلال کمیٹی یا جماعتِ علماء یا قاضی شریعت یا امیر شریعت یا مفتی (بتصریح نام قاضی یا امیر یا مفتی یا ارکان کمیٹی یا علماء) نے شرعی ثبوت کے بعد یہ اعلان کرایا ہے۔ اس طرح کی صراحت اور تفصیل کے ساتھ اعلان پر صوم اور افطار یعنی عید منانا درست ہوگا۔ ایسا اعلان اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ رویت ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت یا امیر شریعت یا مفتی کا ریڈیو کے محکمہ کے ذمہ داروں سے باقاعدہ رابطہ قائم ہو۔

ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر کوئی متدین مسلمان نہ ہو بلکہ ریڈیو کا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار رویت ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح نام) کے فیصلہ کا اعلان بتفصیل بالا کرے تو یہ خبر بھی قابل تسلیم وقبول ہوگی اور اس پر اعتماد کر کے صوم وافطار کا حکم درست ہوگا۔ جس طرح توپ، نقارہ کی آواز اور ڈھنڈھورچی کے اعلان پر فقہاء نے صوم اور افطار صوم جائز قرار دیا ہے مگر واضح رہے کہ ریڈیو کی خبر سن کر ہر شخص کو بطور خود فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ مشتہرہ خبر کی شرعی حیثیت کو نہیں سمجھ سکے گا، اس لیے سننے والوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس معاملہ میں بھی اپنے یہاں

AsliAhleSunnet.com

کے ذمہ دار علماء کی طرف رجوع کریں اور ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔ یہ مسئلہ اور معاملہ شرعاً انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔

۴:- ریڈیو سے بصورت مذکورہ ۲ جس مقام کی رویت کا اعلان ہو، اس مقام رویت سے دور مشرق میں واقع انھیں مقامات میں اس رویت کا اعتبار اور اس پر عمل ہوگا جن کے مطالع مقام رویت کے مطلع سے مختلف نہ ہوں، بلکہ ایک ہوں، یعنی ان کے یہاں کے افق پر بھی اسی شب میں چاند طلوع ہوتا ہو مگر ابر یا گرد و غبار یا کسی اور وجہ سے نظر نہ آیا ہو۔

۵:- صوم، افطار، عید قربان، حج وغیرہ خالص دینی اور شرعی مسائل ہیں ان کو دنیاوی معاملات، سیاسی تجربوں یا غیر اسلامی حکومتوں کے کاروبار پر قیاس کرنا قطعاً غلط بات ہے، حکومتیں اپنے مفاد کے لیے اپنے اپنے ریڈیو اسٹیشنوں سے جس قسم کے غلط اور صحیح پروپیگنڈے کا کام لیتی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ایسی حالت میں صوم و افطار صوم وغیرہ دینی معاملات میں ریڈیو کی خبر و اعلان کے اعتبار کے لیے ۲۱ میں مذکورہ دمبینہ قیود و حدود کا اعتبار و لحاظ ضروری ہے۔

مشکوک دن میں روزے کا حکم

شعبان کی تیسویں رات کو غبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے اور نہ دوسرے مقام سے چاند دیکھے جانے کی معتبر اطلاع آئے تو وہ رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ فرمایا۔ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین (صحیحین) پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند نہ دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کر کے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا ورنہ نفل ہوگا۔ باطل ہے۔ عمار بن یاسرؓ صحابی فرماتے ہیں، جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی ابن ماجہ)

حاصل یہ ہے کہ شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا جائے اور اس کو رمضان میں نہ شمار کیا جائے، چاند کو چھوٹا بڑا دیکھ کر بھی شک نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس روز چاند دیکھا گیا ہے اسی

AsliAhleSunnet.com

دن کا سمجھنا چاہیے، اسی طرح رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک یا دو روزے رکھنا ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ہاں اگر کسی شخص کی اور دنوں میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت تھی، اتفاقاً نہ رکھ سکا، یا کسی شخص کی ہر آخر ماہ میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ آخری تاریخوں میں روزے رکھ لے۔

روزہ کی نیت کا حکم ہر عبادت کی صحت کے لیے نیت شرعی شرط ہے، پس روزہ کی صحت بھی نیت شرعی کے ساتھ مشروط ہے خواہ روزہ نفلی ہو یا فرضی رمضان کا ہو یا نذر کا، ادا ہو یا قضا، اور نفلی روزہ کے علاوہ ہر قسم کے روزے کے لیے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے۔ بخلاف نفلی روزے کے کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی نیت کر لی تو روزہ صحیح ہو جائے گا۔ والیه ذهب الشافعی واحمد واسحٰق وهو الراجح عند شیخنا کما صرح به فی شرح الترمذی من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له۔ (ترمذی وغیرہ)

جس نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، صحیح اور راجح اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے کما حققه الشوکانی فی النیل وابن حزم فی المحلی۔ یہ حدیث فرض اور نفل ہر قسم کے روزوں کو شامل ہے مگر نفلی روزہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یاتینی ویقول اعندک غداء فاقول لا فیقول انی صائم وفی روایة انی اذا الصائم۔ یعنی حضرت میرے پاس آتے اور مجھ سے پوچھتے کیا صبح کا کھانا ہے؟ میں عرض کرتی نہیں۔ آپ فرماتے میں روزہ رکھوں گا۔

واما ما روی عن سلمة بن الاکوع ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس اذا فرض صوم عاشوراء الا کل من

AsliAhleSunnet.com

اکل فلیمسک ومن لم یاکل فلیصم اخرجه البخاری وغیرہ فاجیب عنه بانه انما صحت النیة فی النہار لان الظاہر ان صوم عاشوراء انزلت فریضته فی النہار فصار الرجوع الی اللیل غیر مقدور والنزاع فیما کان مقدورا فیختص الجواز بمثل ہذہ الصورۃ اعنی من ظہر له وجوب الصیام علیه من النہار فتامل۔

ہر روزہ کے لیے نیت ضروری ہے صرف پہلی رات کی نیت تمام روزوں کے لیے کافی نہیں ہوگی، اور نیت زبان سے لفظوں میں کہنے کی ضرورت نہیں ہے دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔

سحری کھانے کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ (صحیحین)۔ سحری کھایا کرو، سحری کھانے میں برکت ہے۔

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔ فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر (مسلم)۔ ہمارے روزہ اور اہل کتاب (عیسائی یہودی) کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے، یعنی وہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

سحری کھانے کی فضیلت میں اور حدیثیں بھی آئی ہیں ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کھانا باعث خیر و برکت ہے اس میں کیا شک ہے کہ سحری کھانے والے کو بہ نسبت سحری نہ کھانے والے کے بھوک پیاس کم لگتی ہے۔ وہ زیادہ کمزور اور پریشان نہیں ہوتا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور نماز وغیرہ میں چست رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ ہمارے روزہ اور عیسائیوں کے روزہ کے درمیان مابہ الامتیاز چیز سحری ہے، اس لیے سحری چھوڑنی نہیں چاہیے، کچھ نہیں تو ایک کھجور اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی ہی سحری کے وقت پی لینا چاہیے۔

سحری دیر کر کے کھانے کی مسنونیت اور فضیلت

آج کل عام طور پر لوگ اس ڈر سے کہ آخر شب میں بیدار نہ ہو سکیں گے اور اس صورت میں سارے گھر والے بغیر سحری روزہ رکھیں گے، ایک یا دو بجے شب ہی میں

AsliAhleSunnet.com

سحری کھا لیا کرتے ہیں یا نصف رات کو سحری کا وقت سمجھ کر بھی بعض لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور جب مختلف غذاؤں سے اچھی طرح شکم پر کر لیتے ہیں اور پان وغیرہ سے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو کھانے کے نشہ میں خوب گہری اور زبردست نیند آنے کے باعث فجر کی نماز اول وقت غلس میں تو ادا کرنا در کنار آخر وقت میں بھی کہاں پڑھ سکتے کیوں کہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب بیدار ہوتے ہیں، بلکہ اگر جھنجھوڑ کر نہ جگایا جائے تو ۸ - ۹ بجے تک سوتے رہیں گے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کی صورت میں وہ دہرے نقصان اور خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، فجر کی نماز یا تو قضا ہو جاتی ہے، یا مکروہ وقت میں ادا کرتے ہیں اور سحری کا مسنون طریقہ چھوڑ دیتے ہیں۔

سحری کا مسنون وقت اور طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے صبح کاذب میں یا صبح کاذب سے کچھ پہلے کھانا چاہیئے۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ فرماتے ہیں۔ تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوٰۃ قال کم کان قدر ذلک قال قدر خمسین آیۃ (ترمذی)۔ یعنی آپ کی سحری اور فجر کی نماز کے درمیان فاصلہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔

کس قدر افسوس ہے کہ جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں یعنی سحری دیر کر کے کھاتے ہیں ان سے مذاق کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سحری دن میں کھاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہاں سحری آخر شب میں کھانے والوں کو خیال رکھنا چاہیئے کہ چائے اور پان تمباکو میں مشغول رہ کر اس طرح بے خبر نہ ہو جائیں کہ صبح صادق طلوع ہو گئی ہو اور وہ اب تک اسی شغل میں منہمک ہوں۔

روزہ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کر دینا چاہیئے

جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے، روزہ افطار کر دینا چاہیئے، اور بلا وجہ شک میں پڑ کر دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ روزہ افطار کرنے کا یہی وقت ہے۔

اذا اقبل اللیل من ھھنا و ادبر النھار من ھھنا وغابت الشمس

AsliAhleSunnet.com

فقد افطر الصائم ۔ (صحیحین)

جب رات سامنے آئے (مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے) اور دن پیٹھ پھیر لے اور آفتاب غروب ہو جائے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آگیا (اب بلا تاخیر روزہ افطار کر دینا چاہیے) لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (صحیحین) لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی میں رہیں گے۔

حدیث قدسی میں ہے۔ احب عبادی الی اعجلہم فطرا۔ سب بندوں سے پیارا مجھ کو وہ بندہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ یعنی آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر ڈالتا ہے اور دیر نہیں کرتا۔ جلدی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہی یا اس کے غروب ہونے میں شک اور تردد ہونے کے باوجود روزہ افطار کر دیا جائے۔ غرض یہ ہے کہ افراط و تفریط سے بچنا چاہیے۔

روزہ افطار کرنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد) اے خدا تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے سے افطار کیا۔

دوسری دعا:۔ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ (ابوداؤد) پیاس جاتی رہی رگیں تر ہو گئیں اور ثواب لازم و ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا۔

روزہ کس چیز سے افطار کرنا چاہیے

تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا افضل ہے اگر تر و تازہ نہ ملیں تو خشک کھجوروں سے افطار کیا جائے یہ بھی میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کیا جائے۔

عن انس کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات فان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء (ترمذی، ابوداؤد)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اگر تازہ نہ ملتیں تو خشک سے افطار کرتے اگر خشک بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

AsliAhleSunnet.com

سلمان بن عامر صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی افطاری کے متعلق ارشاد فرمایا

اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طہور۔ (احمد، ابوداؤد وترمذی، ابن ماجہ)

جب کوئی روزہ افطار کرنا چاہے تو کھجور سے افطار کرے کہ وہ باعث نفع و برکت ہے، اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کہ وہ طاہر اور مطہر ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

کسی دوسرے روزہ دار کا روزہ کھلوانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پس دوست احباب خویش واقارب کے روزہ افطار کرانے کے ساتھ فقراء مساکین اور بیوہ عورتوں کے یہاں نیز مساجد میں افطاری بھیج کر ثواب اخروی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیئے، آنحضور فرماتے ہیں: من فطر صائما او جھز غازیا فلہ اجر مثلہ (بیہقی)۔ جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا، اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔ ایک لمبی حدیث میں ہے۔

من فطر صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شئی قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا نجد ما نفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی مذقۃ لبن او تمرۃ او شربۃ من ماء ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لا یظما حتی یدخل الجنۃ الحدیث (بیہقی)

جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جائے گا اور اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی واقع ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں کا ہر شخص ایسا نہیں ہے جو روزہ افطار کرا سکے، آپ نے فرمایا یہ اجر اللہ پاک ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرا دے اور جس کسی نے کسی روزہ دار کو خوب آسودہ اور سیر کر دیا، اللہ پاک اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا

AsliAhleSunnet.com

پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

روزہ میں کون سے امور جائز ہیں اور کن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا

[۱] تر یا خشک مسواک دن کے کسی حصہ میں بھی کرنا۔ [۲] سرمہ لگانا اور آنکھیں دوا ڈالنی، [۳] سر یا بدن میں تیل ملنا، [۴] خوشبو لگانا۔ [۵] سر پر کپڑا تر کر کے رکھنا، [۶] فصد لینا، [۷] پچھنا لگوانا بشرطیکہ کمزوری کا خوف نہ ہو۔ [۸] انجکشن لگوانا، جو قوت اور غذا کا کام نہ دے۔ [۹] ضرورت کے وقت ہنڈیا کا نمک چکھ کر فوراً تھوک دینا اور کلی کرنا، [۱۰] صبح صادق کے بعد جنابت کا غسل کرنا، [۱۱] مرد کا بیوی سے صرف بوس وکنار کرنا بشرطیکہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور جماع واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو، [۱۲] دن میں احتلام ہو جانا، [۱۳] عورت کو دیکھ کر انزال ہو جانا۔ [۱۴] خود بخود قے ہو جانا خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، [۱۵] تالاب وغیرہ میں غسل کرنا بشرطیکہ غوطہ لگانے کی صورت میں ناک یا منہ کے ذریعہ حلق کے اندر پانی نہ جائے، [۱۶] ناک میں پانی ڈالنا بغیر مبالغہ کے، ناک کے رینٹھ کا اندر ہی اندر حلق کے راستہ اندر چلا جانا، [۱۷] کلی کرنا بشرطیکہ مبالغہ نہ کرے۔ [۱۸] کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا، [۱۹] مکھی کا حلق میں چلا جانا، [۲۰] استنشاق بلا مبالغہ کی صورت میں بغیر قصد و ارادہ پانی کا ناک سے حلق کے اندر اتر جانا، [۲۱] منہ میں جمع شدہ تھوک کو پی جانا مگر ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ [۲۲] مسوڑھے کے خون کا تھوک کے ساتھ اندر چلا جانا، [۲۳] کلی کرتے وقت بلا قصد و ارادہ پانی کا حلق میں اتر جانا۔ [۲۴] ذکر میں پچکاری کے ذریعہ دوا وغیرہ داخل کرنا۔ [۲۵] بھول کر کھا پی لینا اور بیوی سے صحبت کر لینا۔

(۱) من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔ (صحیحین) جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔ یعنی بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ اس کی قضا دینی ہوگی۔

(۲) من افطر فی شھر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ۔ (ابن خزیمہ حاکم ابن حبان)، جس نے رمضان کے مہینہ میں بھول کر افطار کر دیا اس کے ذمہ نہ قضا ہے نہ کفارہ

AsliAhleSunnet.com

مگر بھول کر جماع یا کھانے کی صورت میں جب یاد آجائے فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔

غبار[۱]، دھوئیں یا آٹے کا اڑ کر حلق کے اندر چلا جانا۔ مونچھوں[۲] میں تیل لگانا، کان[۹] میں تیل یا پانی ڈالنا اور سلائی داخل کرنا، دانت[۳] میں لٹکے ہوئے گوشت یا کھانے کا ٹکڑا جو محسوس نہ ہوا اور منتشر ہو کر رہ جائے، حلق کے اندر چلا جانا۔

روزہ جن امور سے ٹوٹ جاتا ہے

دانستہ قصداً کھانا پینا خواہ تھوڑا ہو زیادہ۔ دانستہ جماع کرنا۔ قصداً[۴] قے کرنا تھوڑی ہو یا زیادہ، حقہ[۵]، بیڑی سگریٹ پینا، پان[۶] کھانا۔ مبالغہ[۷] کے ساتھ ناک میں پانی یا دوا چڑھانا، یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے کھانا پینا یا جماع کرنا رات سمجھ کر یا یہ خیال کرکے کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے، حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ منہ[۸] کے علاوہ کسی زخم کے راستہ سے نلکی کے ذریعہ غذا یا دوا پہونچانی، حقنہ[۹] کرنا۔ ان سب صورتوں میں ٹوٹے ہوئے روزہ کی قضا رکھنی ضروری ہے، اور دانستہ بیوی سے صحبت (جماع) کر لینے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔ کفارہ ایک مسلمان لونڈی یا غلام کا آزاد کرنا ہے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

بیمار، مسافر، حاملہ، مرضعہ کیلئے شرعی رخصت

اگر مسافر، بیمار، حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف پہونچتی ہو اور دودھ پلانے والی عورت کے دودھ خشک ہو جانے کا خوف ہو تو ان لوگوں کے لیے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں۔ بلکہ مسافر کے لیے اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر ط

بیمار اور مسافر کے لیے رخصت ہے کہ روزے نہ رکھیں لیکن اس کے بعد ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہوگی۔ ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اللہ نے مسافر کو قصر کی اجازت دی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اور مسافر، حاملہ، مرضعہ کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دے دی ہے۔

اگر سفر میں تکلیف نہ ہو اور بیماری، حمل، دودھ پلانے کی حالتوں میں روزہ رکھنے سے ضرر اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور جس طرح مسافر یا بیمار کو قضا دینی ہوتی ہے، اسی طرح حاملہ کو وضع حمل کے بعد جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مرضعہ کو جب دودھ خشک ہونے کا خوف جاتا رہے، چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا دینی چاہئے۔ قال شیخنا رحمہ اللہ فی شرح الترمذی الظاہر انہما (الحامل والمرضعۃ) فی حکم المریض فیلزمہما القضاء۔

میّت کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا

اگر مریض کو رمضان کے بعد صحت ہوگئی یا مرض میں اتنی تخفیف ہوگئی کہ وہ روزہ رکھ سکے، لیکن اس نے قضا نہیں رکھی پھر بیمار ہو کر مر گیا۔ یا مسافر کو سفر ختم ہو جانے کے بعد روزہ کی قضا کا موقع ملا لیکن اس نے قضا نہیں رکھی اور قضا سے پہلے کسی بیماری یا حادثہ میں انتقال کر گیا تو ان دونوں کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ان کے اولیاء کے ذمہ ضروری ہے۔ ارشاد ہے۔

من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیّہٗ۔ (صحیحین)۔ چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینے کے بارے میں جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اگر رمضان کے بعد مریض کی بیماری یا مسافر کا سفر قائم رہا اور ان کو قضا کا موقع نہیں ملا اور اسی بیماری یا اسی سفر میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے اولیاء کے ذمہ ان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں ہے، اور نہ فدیہ ہی ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں۔ من مات وعلیہ صیام من رمضان لم یخلُ من حالین: احدہما ان یموت قبل امکان الصیام اما بضیق الوقت او بعذرٍ من مرض او سفر او عجز عن الصوم فہذا لا شیئ علیہ فی قول اکثر اہل العلم ..... لانّہ حق للہ تعالیٰ وجب بالشرع مات من یجب علیہ قبل امکان فعلہ فسقط الی غیر بدل کالحج ...... الحال الثانی ان یموت بعد امکان القضاء فالواجب ان یطعم عنہ لکل یوم مسکین وھٰذا قول اکثر

AsliAhleSunnet.com

اھل العلم، وقال ابو ثور یصام عنه وھو قول الشافعی لما روت عائشة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال من مات وعلیه صیام صام عنه ولیه متفق علیه (المغنی ج ۳ ص ۱۴۲، ص ۱۴۳) اور لکھتے ہیں لو ترکه لمرض اتصل به الموت لم یجب علیه شئی (المغنی ج ۳ ص ۱۴۱) اور امام نووی لکھتے ہیں۔ من فاته صوم یوم من رمضان ومات قبل قضائه فله حالان: احدھما ان یموت بعد تمکنه من القضاء سواء ترک الاداء بعذر ام بغیرہ فلابد من تدارکه بعد موته ..... الحال الثانی ان یکون موته قبل التمکن من القضاء بان لایزال مریضا او مسافرا من اول شوال حتی یموت فلا شئی فی ترکته ولا علی ورثته (روضة الطالبین جلد ۲ ص ۳۸۱، ص ۳۸۲) اور امام بیہقی سنن کبریٰ جلد ۴ ص ۲۵۳ میں لکھتے ہیں۔ باب المریض یفطر ثم لم یصح حتی مات فلا یکون علیه شئی روی ذلک عن ابن عباس وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا امرتکم بامر فاتوا منه ما استطعتم۔

بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کیلیے شرعی رخصت

وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کی صورت میں انتہائی کمزور ہو جانے کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو تو ان کے لیے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ آیت۔

وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ھی للشیخ الکبیر والمرأة الکبیرة لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔ (بخاری)

روزے کا ثمرہ اور مقصد

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی قوموں پر روزے فرض کیے گئے تھے اسی طرح تم پر بھی روزے فرض کیے گئے تاکہ تم متقی ہو جاؤ

AsliAhleSunnet.com

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی
والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضا او علی سفر فعدة
من ایام اخر یرید الله یکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدة و
لتکبروا الله علی ما هداکم ولعلکم تشکرون۔

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی دلیل ہے، پس جو اس مہینہ میں زندہ رہے وہ روزے رکھے جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھے، خدا تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور تاکہ تم خدا کی ہدایت پر اس کی بڑائی کرو اور شکر ادا کرو۔

قرآن پاک نے روزہ کے حکم کے موقع پر ہم کو روزے کے تین نتیجے بتائے ہیں، اتقاء، تکبیر، یسر انسانی کاموں کا حقیقی وجود ان کے نتیجوں اور ثمروں کا وجود ہے، اگر نتیجہ اور ثمرہ ظاہر نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ وہ کام بھی نہیں ہوا، اگر بیمار کو حکیم نے دوا دی لیکن جس فائدے کے لیے دی تھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ حکیم نے دوا نہیں دی اور نہ بیمار نے دوا استعمال کی، اسی طرح روزہ کو ہمارا روحانی علاج سمجھنا چاہیے، پس اگر روزہ سے روحانی شفا، یعنی تقوی، تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل، حمد و ثنا وغیرہ نہ حاصل ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں ہے بلکہ فاقہ ہے اور ایسا روزہ دار فاقہ کش ہے اس کو بھوک پیاس کی تکلیف کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ خدا کے نزدیک ایسے روزہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کم من صائم لیس من صیامه الا الظمأ وکم من قائم لیس من قیامه الا السهر (دارمی) کتنے روزے دار ہیں جن کو بجز تشنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گزار ہیں جن کے تہجد سے بجز بیداری کے کچھ فائدہ نہیں۔

روزے کا پہلا ثمرہ اتقاء بتایا گیا ہے جس کے معنی اصطلاح شرع میں ہر قسم کی جسمانی نفسانی دنیاوی لذائذ اور خواہشات سے جسم اور روح کو محفوظ رکھنے کے ہیں۔ اور یہی روزہ کی حقیقت ہے، جس کے ساتھ

AsliAhleSunnet.com

تکبیر، حمد و ثنا بھی ہونا چاہیے، ہم خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے ارتکاب، نفسانی خواہش کی پیروی، عصیان و طغیان سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یاد رکھنا چاہیے، دل اور روح کا روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے اور جب روح و قلب کا روزہ باقی نہیں رہا تو محض جسم کا روزہ بے سود اور غیر مفید ہے۔

الصائم فی عبادۃ من حین یصبح الی ان یمسی مالم یغتب فاذا اغتاب خرق صومه۔ (دیلمی) روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں رہتا ہے، جب تک کسی کی غیبت نہ کرے، جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے برے اور بیہودہ کام لغو باتیں، سرکشی نفس، روزہ کے منافی نہیں ہیں، لیکن یہ خیال جھوٹا اور غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث۔ (حاکم، بیہقی) روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت میں برے اور لغو کام سے بچنے کا نام ہے۔

ہمارے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹی باتوں، برے عملوں کو روزہ کی صحت کے لیے مضر نہیں خیال کرتے حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه (بخاری وغیرہ) جو شخص روزے کی حالت میں بھی کذب و زور اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ اس کے لیے روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ روزہ دار حقیقت میں نیکی اور بھلائی کا مجسمہ ہوتا ہے، نہ تو وہ کسی کی غیبت کرتا ہے، نہ لغو بیہودہ عمل کرتا ہے نہ کذب و زور اور جہالت کے کاموں میں اپنے کو ملوث کرتا ہے نہ نفسانی خواہش کی اتباع کرتا ہے بلکہ برائی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتا ہے۔ اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی امرؤ صائم (بخاری وغیرہ) تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بدگوئی کرے نہ شور و غل کرے، اگر کوئی اس کو برا کہے یا اس سے آمادۂ پیکار ہو تو کہدے میں روزے سے ہوں۔

AsliAhleSunnet.com

ماہ رمضان میں نیک کاموں کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے

من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ۔ جس شخص نے رمضان میں ایک نفلی کام کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی چاہی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جیسے ایک فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ماسوا رمضان میں ستر فریضے ادا کیے۔

معلوم ہوا کہ اس مقدس اور بابرکت مہینے میں ہر ایک نیک اور اچھے کام کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے خواہ نفلی ہو یا فرض۔ پس قرآن کی تلاوت، تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل، حمد و شکر، تراویح اور دوسرے نیک کاموں میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ اس مبارک مہینے میں دل کھول کر صدقات و خیرات کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت تیز و تند ہوا سے بھی زیادہ ہوجایا کرتی تھی۔ اسی لیے آپ نے اس مہینہ کو شہر المواساۃ (ایک دوسرے کی غمخواری اور مدد کا مہینہ) بتایا ہے۔ ہمارا سالانہ فرض دو ہے۔ ایک جسمانی اور ایک مالی۔ فریضہ مالی (زکوٰۃ) اگرچہ کسی وقت کے ساتھ محدود اور مخصوص نہیں ہے، مگر جب رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے تو ادائیگی زکوٰۃ (فریضہ مالی) کے لیے رمضان سے بڑھ کر دوسرا کون سا وقت ہوگا۔

تراویح یا تہجد یا قیام رمضان

تراویح، تہجد، قیام رمضان تینوں ایک چیز ہے، ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ نے آخر دہے کی تین راتوں میں ہمارے ساتھ (تراویح کی) نماز (قیام لیل) اس طرح پڑھائی۔ پہلی رات میں اول شب میں ادا کی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی اور دوسری رات میں نصف شب تک پڑھائی ہم نے بقیہ نصف شب میں بھی پڑھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قیام کیا اس نے پوری شب کا قیام کیا۔ تیسری رات میں

AsliAhleSunnet.com

آپ نے آخر شب میں گھر والوں کو جمع کیا اور سب کے ساتھ نماز تراویح پڑھی یہاں تک کہ ہم کو ڈر ہوا کہ سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تراویح کو رات کے تینوں حصے میں ادا فرمایا ہے، اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے آخر رات تک اپنے عمل کے ذریعہ بتا دیا، اب تہجد کے لیے کون سا وقت باقی رہا۔ پس تراویح اور تہجد کے ایک ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

"العرف الشذی" (تقریر ترمذی از مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی) میں ہے۔ لا مناص من ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ ولم یثبت فی روایۃ من الروایات انہ علیہ السلام صلی التراویح والتہجد علیحدۃ فی رمضان الخ

یعنی اس بات کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح آٹھ رکعت تھی اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھا تراویح یا تہجد کا جماعت کے ساتھ یا تنہا مسجد میں یا گھر میں آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون۔ تراویح آخر رات میں پڑھنا جس میں تم سو جاتے ہو اول رات میں پڑھنے سے افضل ہے۔ مگر اس غفلت، حیلہ سازی، بہانہ جوئی، تمدن تراشی کے زمانہ میں مسجد میں اول رات میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کی جائے۔ ورنہ اکثر لوگ اس سے غافل ہو کر چھوڑ بیٹھیں گے۔ اور کبھی پورے قرآن کی تلاوت تو درکنار اس کا سماع بھی نصیب نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تراویح باجماعت مسجد میں اول شب میں ہوا کرتی تھی۔ اور آپ نے بھی تین راتوں میں سے پہلی رات میں اول شب میں ادا فرمائی تھی۔

تعداد رکعاتِ تراویح

تراویح کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں۔ چالیس، چھتیس، چونتیس، اٹھائیس، چوبیس، اڑتیس، بیس، آٹھ، ان اقوال کو عینی وغیرہ نے بالتفصیل ذکر کیا ہے، ان مختلف اقوال سے اس دعویٰ کی حقیقت واضح ہو گئی کہ بیس رکعت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اجماع ہو گیا تھا، ان اقوالِ مختلفہ میں پچھلا قول یعنی آٹھ رکعت اور

AsliAhleSunnet.com

امرا من عندنا انا کنا مرسلین ۔ رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم۔ (قرآن کریم)

من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ (صحیحین)

جس نے شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے تراویح اور قیام کیا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس رات میں رحمتِ الٰہی کا طلبگار ہو اور رحیم و کریم کے سامنے سر نیاز جھکا دے اور خشوع و خضوع سے یہ دعا پڑھے۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس میرے گناہوں سے درگزر فرما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا پڑھوں، آپ نے ان کو یہی دعا سکھائی۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

شب قدر رمضان کے آخر عشرہ میں پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ رمضان کے آخر دہے کی راتوں میں خصوصیت اور غایت اہتمام کے ساتھ تسبیح و تقدیس تکبیر و تہلیل، استغفار و ذکر الٰہی، تلاوتِ قرآن، نفل نمازوں میں مشغول رہے اور طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار رات کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

اعتکاف

عبادتِ الٰہی کی نیت سے مسجد میں اپنے کو مقید کرنا اعتکاف ہے اور یہ سنت موکدہ ہے

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ عز وجل ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ۔

یعنی آپ ہمیشہ رمضان کے آخر دہے میں اعتکاف کیا کرتے تھے تا آنکہ اللہ نے آپ کو وفات دیدی آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں۔

اعتکاف کرنے والا چونکہ قرب الٰہی کی طلب میں اپنے کو خدا کی عبادت کے لیے وقف کر دیتا ہے اور دنیا کے تمام مشاغل سے دور ہو جاتا ہے، اس لیے ان اشخاص کے مشابہ ہے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے

AsliAhleSunnet.com

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون ۔ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں ۔ یسبحون اللیل والنہار لایفترون ، رات دن پاکی بیان کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے ۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ۔ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں الذین اذا ذکروا بہا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربھم وھم لایستکبرون تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنٰھم ینفقون ہ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ط ان کی حالت یہ ہے کہ جب آیات قرآنیہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور حمد الٰہی کے ساتھ رب کی پاکی بیان کرتے ہیں ۔ ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں امید و بیم کی حالت میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں ۔ اللہ کی یاد سے خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی ۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر احیا لیلہ و ایقظ اھلہ وشد مئزرہ ۔ (صحیحین) وعنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر ما لا یجتھد فی غیرہ ۔ (مسلم)

ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ جتنے دن چاہے اعتکاف کر سکتا ہے مگر رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہے پس جو شخص پورے عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہو بیسویں رمضان کو دن کے آخر حصہ میں آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے مسجد میں چلا جائے اور اکیسویں تاریخ کی رات مسجد میں گزارے اور مسجد کے جس گوشہ میں اس کے لیے اعتکاف کی جگہ متعین کی گئی ہے ۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اس جائے معینہ کو اعتکاف کے لیے اختیار کرلے ۔

اعتکاف مرد عورت اور نابالغ بھی کر سکتے ہیں مگر عورت کو اپنے شوہر کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے اعتکاف اپنے شہر یا قصبہ کی جامع مسجد میں کرنا چاہیے ۔ وھو مختار شیخنا العلامۃ الاجل الشیخ عبد الرحمن المبارکفوری رحمہ اللہ تعالیٰ کما صرح بہ فی شرح الترمذی ط

AsliAhleSunnet.com

وتر کو شامل کر کے کل گیارہ رکعت یہی صحیح ہے اور سنت کے مطابق۔ اور اس کے علاوہ کوئی قول سنت کے موافق نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے چاہے بیس پڑھے چاہے چوبیس یا اٹھائیس یا چونتیس۔ یا چالیس یا چھتیس، آٹھ کے بعد سب تعداد برابر ہے۔ بیس کی کوئی خصوصیت نہیں، جیسا کہ آجکل سمجھا جاتا ہے اور نہ یہ سنت عمری ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں کل گیارہ ہی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دلائل گیارہ رکعت تراویح مع وتر

(۱) عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہٗ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔ (صحیحین)۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں تراویح (تہجد) گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان ثمان رکعات و اوتر۔ (طبرانی، محمد بن نصر، ابن خزیمہ، ابن حبان) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی پھر وتر پڑھا۔

(۳) عن جابر انہ قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انہ کان منی اللیلۃ شئی قال و ما ذاک یا ابی قال نسوۃ فی داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی بصلوٰتک قال فصلیت بھن ثمان رکعات و اوترت فکانت سنۃ الرضا و لم یقل شیئا۔ (اخرجہ ابو یعلی قال الھیثمی فی مجمع الزوائد اسنادہ حسن۔)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے رات ایک کام سرزد ہوگیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا میرے گھر چند عورتوں نے کہا ہم قرآن نہیں پڑھتیں یعنی زیادہ یاد نہیں رکھتیں، تمہارے ساتھ نماز پڑھیں گی اور قرآن سنیں گی، پس میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح

AsliAhleSunnet.com

پڑھائی اور وتر ادا کیا، آپ خاموش رہے اور یہ سنت رضا ہوگئی۔

(۴) عن السائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیمان الداری ان یقوما للناس باحدی عشر رکعة. الحدیث۔ (اخرجه مالک فی الموطا وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبة قال النیموی فی آثار السنن اسناده صحیح)

(۴) حضرت عمر بن خطاب رضی نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

بیس رکعت والی کوئی روایت اور اثر صحیح طور سے ثابت نہیں ہے۔ کما حققه شیخنا فی شرح الترمذی فلیرجع الیه من شاء۔ علامہ ابن الہمام حنفی اور مولانا عبد الحق دہلوی مولانا عبد الحی حنفی اور دیگر علمائے حنفیہ نے بھی بیس رکعت والی مرفوع روایت کو ضعیف بتایا ہے اور گیارہ رکعت کو سنت اور اصل قرار دیا ہے۔

لیلۃ القدر

شب قدر وہ مبارک رات ہے جس میں خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا۔ عزت وحرمت کی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، امن وسلامتی کی رات ہے جس میں عالم کے لیے امن وسلامتی کا پیغام اترا وہ برکت والی رات ہے جس میں برکاتِ ربانی رحمتہائے آسمانی کی ہم پر سب سے پہلے بارش ہوئی۔

انا انزلناه فی لیلة القدر ۔ وما ادراک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر ۔ تنزل الملئكة والروح فیها باذن ربهم من كل امر سلم هی حتی مطلع الفجر ؕ

ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا، تمھیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے، وہ ہزار مہینہ سے بھی بہتر ہے اس لیکن فرشتے اور روح الامین جبرئیل ع اپنے رب کے حکم سے امن اور سلامتی لے کر اترتے ہیں جو طلوعِ فجر تک قائم رہتی ہے۔

انا انزلناه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ۔ فیها یفرق کل امر حکیم ۔

AsliAhleSunnet.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اما غنیکم فیزکیہ اللہ و اما فقیرکم فیرد اللہ اکثر مما اعطی۔ (احمد، ابوداؤد) صدقہ فطر کے ذریعہ اللہ غنی کو پاک و صاف کرتا ہے اور غریب کو اس کے ساتھ جتنا اس نے دیا اس سے زیادہ واپس لوٹاتا ہے۔

معلوم ہوا صدقہ فطر امیر غریب مستطیع غیر مستطیع سب پر فرض ہے۔ و نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعاً من شعیر علی العبد والحر و الذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین۔ (صحیحین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام، آزاد، مرد، عورت، نابالغ، بالغ مسلمان پر فرض کر دیا ہے، مگر بیوی، بچوں، غلاموں کا صدقہ فطر مالک اور صاحب خانہ کو دینا ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر عن الصغیر و الکبیر والحر و العبد ممن تعولون (دار قطنی) یعنی بالغ، نابالغ آزاد غلام کے نفقہ اور خرچ کا جو ذمہ دار ہو اس کو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

اگر بیوی بچے مکان پر نہ ہوں بلکہ سفر میں ہوں تو ان کا صدقہ فطر بھی ادا کرنا ہوگا، ہاں اگر کسی نابالغ لڑکی سے نکاح کیا ہے اور عدم بلوغ کے باعث رخصتی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے یہاں ہے تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کو ادا کرنا ہوگا اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نافرمانی کر کے اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی ہو تو اس کا صدقہ فطر اس کے شوہر پر فرض نہیں ہے۔

صدقہ فطر انہی لوگوں پر فرض نہیں ہے جن پر روزے فرض ہیں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت، جیسا کہ صحیحین کی احادیث سے معلوم ہو چکا۔ آپ نے صدقہ فطر کو طعمۃ للمساکین (مساکین کی خوراک) فرمایا۔ پس صدقہ فطر جس طرح روزہ دار کی فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو دور کرنے کی حیثیت سے فرض کیا گیا۔ اسی طرح مساکین کی خوراک ہونے کی حیثیت سے بھی فرض کیا گیا ہے، پس جو شخص عید کی صبح کو

AsliAhleSunnet.com

مسلمان ہو جائے یا جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہو جائے اس پر صدقۂ فطر فرض ہے۔

صدقہ فطر کب ادا کرنا چاہیے

صدقۂ فطر عید کی صبح کو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا چاہیے اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو صدقۂ فطر نہیں ادا ہوگا اور صدقہ فطر کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ مطلق صدقہ اور خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

فمن اداها قبل الصلوٰة فهی زکوٰة مقبولة ومن اداها بعد الصلوٰة فهی صدقة من الصدقات۔ (ابو داؤد ابن ماجه)

جس نے صدقہ فطر قبل نماز عید ادا کیا تو وہ صدقہ فطر مقبول ہوگا اور جس نے بعد نماز ادا کیا تو وہ مطلق خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ صحابی فرماتے ہیں: امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزکوٰة الفطر قبل خروج الناس الی الصلوٰة۔ (بخاری) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر عیدگاہ میں جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔

اگر کسی مقام میں بیت المال اور سرداری نظام ہو اور یہ سردار زکوٰة صدقہ خود سرداروں اور پیروں کی طرح نہ ہو بلکہ وہاں پر بیت المال اور سرداری کا نظام معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ زکوٰة، عشر، صدقۃ الفطر وغیرہ کو ان کے مصارف مقررہ میں دیانت داری کے ساتھ تقسیم کرنے کے لیے ہو تو عید سے دو ایک دن پہلے اپنے اپنے صدقۃ الفطر کو بیت المال میں بھیجدیا کہ وہاں جمع ہو کر مستحقین کو تقسیم کیا جائے شرعاً جائز ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری میں ہے۔ کان یعطیها للذین یقبلونها وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین قال البخاری کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء۔ موطا میں ابن عمرؓ کے متعلق ہے۔ کان یبعث زکوٰة الفطر الی الذی یجمع عنده قبل الفطر بیومین او ثلثة قال شیخنا فی شرح الترمذی اثر ابن عمر انما یدل علی جواز اعطاء صدقة الفطر قبل الفطر بیوم او یومین لیجمع لا للفقراء کما قال و اما اعطاءها قبل الفطر بیوم او یومین للفقراء فلم یقم

AsliAhleSunnet.com

عورت بھی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے (جیسا کہ ازواج مطہرات مسجد نبوی میں معتکف ہوئی تھیں۔) مگر اس کے لیے اس کے شوہر یا ذی محرم کی ضرورت ہے۔ زمانہ کے خراب اور پر فتن ہونے کی وجہ سے علمائے حنفیہ کے نزدیک عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے، ان کے نزدیک اس کو اپنے گھر کی مسجد میں یا گھر کی کسی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا چاہیے۔

کن امور سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور وہ جائز ہیں

مسجد گر جائے یا زبردستی مسجد سے نکال دیے جانے یا جان و مال کے خوف سے مسجد سے باہر نکل جانا بشرطیکہ دوسری مسجد میں فوراً چلا جائے۔ مسجد میں کسی دوسرے کو ضرورت کے وقت خرید و فروخت کی ہدایت کرنا، نکاح کرنا، عمدہ لباس پہننا، سر میں تیل لگانا خوشبو استعمال کرنا، کوئی دوسرا کھانا لانے والا نہیں ہے اس لیے خود گھر جا کر کھانا لانا، پیشاب یا پاخانہ کے لیے قریب سے قریب جگہ جانا، غسل جنابت کے لیے مسجد سے باہر جانا۔ بعض روایتوں سے جامع مسجد کے علاوہ دوسری ایسی مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز ہوتی ہو اعتکاف کرنے کا جواز نکلتا ہے اس لیے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے اس قدر پہلے جا سکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے چار رکعت پڑھ سکے اور نماز فرض کے بعد اس قدر ٹھہر سکتا ہے کہ چار یا چھ رکعت سنت پڑھ سکے۔

ممنوعات اعتکاف

بیوی سے بوس و کنار اور صحبت کرنا ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد ط مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت وغیرہ نہ کرو۔ جنازہ اٹھانے یا جنازہ کی نماز پڑھنے کے واسطے یا بیمار کی عیادت اور تیمارداری کے لیے مسجد سے نکلنا، ہاں اگر قضائے حاجت کے لیے معتکف مسجد سے باہر گیا اور راستہ میں کوئی بیمار مل گیا تو اس سے چلتے چلتے حال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشۃ قالت السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشھد جنازۃ ولا یمس امرأۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لا بد منہ (ابوداؤد)

معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو اور نہ عورت کو

AsliAhleSunnet.com

چھوئے اور نہ مباشرت وجماع کرے اور پیشاب پاخانے کی حاجت کے علاوہ کسی اور ضرورت وحاجت سے نہ نکلے۔

صدقہ فطر

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ روزہ دار مجسم نیکی ہوتا ہے، اس کا جسم انسانی ہوتا ہے مگر روح فرشتوں کی زندگی گزارتی ہے، نہ تو وہ غیبت کرتا ہے نہ جہالت کے کام کرتا ہے، مگر پھر بھی وہ معصوم نہیں ہے، اس سے غلطی اور لغزش ہو سکتی ہے، گناہ اور برائی میں مبتلا ہو سکتا ہے، زبان سے بیہودہ اور لغو باتیں نکل آتی ہیں۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں روزہ ان عیوب اور نقصانات سے منزہ اور پاک نہیں رہے گا، اسی لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے روزوں کو ان نقصانات سے پاک وصاف اور مقبول ہونے کے لیے ایک نہایت سہل صورت بتائی ہے جس کو اصطلاح شرع میں صدقۃ الفطر کہتے ہیں اور جو دیگر فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے۔

صوم شهر رمضان معلق بين السماء والارض ولا يرفع الا بزكوٰة الفطر (ترغیب ترہیب) رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں اور جب تک صدقۃ الفطر ادا نہ کیا جائے مقبول نہیں ہوتے۔

عن ابن عباس قال فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوٰة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث۔ الحديث (ابوداؤد، ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر فرض کیا ہے، روزہ دار کے روزے کو لغو اور فحش گوئی سے پاک وصاف کرنے کے لیے۔

صدقہ فطر کس پر فرض ہے

صدقہ فطر کی فرضیت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو، بلکہ جس طرح ایک دولتمند پر فرض ہے، اسی طرح اس غریب پر بھی فرض ہے، جس کے پاس عید کے دن اپنی اور اپنی اہل وعیال کی خوراک سے زائد اس قدر موجود ہو کہ ہر ایک کی طرف سے ایک صاع غلہ دے سکے۔ بلکہ غرباء کو دوسروں کے دیے ہوئے صدقۂ فطر سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے۔

AsliAhleSunnet.com

علیہ دلیل انتہی۔ جمع شدہ صدقۂ فطر عید کے دن مساکین و فقراء کو تقسیم کردے تاکہ وہ اس دن سوال سے بے نیاز ہوجائیں اور شرعی مصلحت پوری ہوجائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کان یامرنا ان نخرجھا قبل ان نصلی فاذا انصرف قسمہ بینھم۔ (سعید بن منصور)

صدقۂ فطر کس قدر اور کن چیزوں سے دینا چاہیے

صدقۂ فطر اس غلہ سے دینا چاہیے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو، اگر عام طور پر چاول کھایا جاتا ہے تو چاول دینا چاہیے وقس علیٰ ہذا۔ اور بغیر فرق و امتیاز کے ہر جنس سے ایک صاع حجازی دینا چاہیے۔ (وھو الاحوط عند شیخنا کما صرح بہ فی شرح الترمذی) لیکن وہ جنس گھٹیا نہیں ہونی چاہیے۔ صاع حجازی یعنی صاع نبوی کی تول انگریزی سیر سے مختلف غلوں کی مختلف ہوتی ہے، اس لیے تعیین نہیں کی جاسکتی، پس جن لوگوں نے مطلقاً تین سیر یا چار سیر یا پونے تین سیر یا سوا دو سیر لکھا ہے، صحیح نہیں ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کھجور، جو، پنیر، منقی سے ایک صاع فی کس صدقۂ فطر ادا کیا جائے لیکن گیہوں میں اختلاف ہے کہ ایک صاع دینا چاہیے یا نصف صاع۔ گیہوں سے صدقۂ فطر دینے کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔ کما صرح بہ الحافظ والشوکانی والزیلعی وغیرھم۔ ہاں اکثر صحابہ گیہوں سے نصف صاع دیے جانے کے قائل تھے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ تمام اجناس سے ایک صاع دینے کے قائل تھے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں گیہوں تقریباً تھا ہی نہیں اور جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور گیہوں مختلف مقامات سے آنے لگا یا صحابہ کا ایسے مقامات میں گزر ہوا جہاں گیہوں ہوتا تھا لیکن اور اجناس کے مقابلہ میں گراں تھا تو صحابہ نے گیہوں کو گراں سمجھ کر قیمت کا خیال کرکے نصف صاع کافی سمجھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ گیہوں سے نصف صاع کے قائل تھے، انھوں نے قیمت کا لحاظ کیا اور حضرت ابن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ نے قیمت کا لحاظ نہیں کیا بلکہ صاع کی مقدار کا لحاظ کرکے بلا فرق و امتیاز ہر جنس سے ایک صاع ضروری سمجھا۔ و بہ قال مالک والشافعی واحمد واسحٰق وھو الاحوط عند شیخنا۔

AsliAhleSunnet.com

ہندوستان میں گیہوں کھجور سے سستی ہے پس ہر شخص کو گیہوں سے بھی ایک صاع دینا چاہیے۔ ہاں اگر کسی کو ایک صاع دینے پر قدرت نہیں ہے تو نصف صاع دیدے۔

صدقۂ فطر میں کیا قیمت یعنی نقد پیسہ دینا جائز ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے صدقۂ فطر میں قیمت دینا ثابت نہیں ہے، اس لیے بغیر عذر کے قیمت نہیں دینی چاہیے، بلکہ عام طور پر کھائے جانے والے غلہ ہی سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے۔ البتہ اگر حسب ضرورت غلہ نہ مل سکے تو بازار کے عام نرخ کے مطابق فطرہ میں قیمت نکالی جاسکتی ہے۔ صاحب حدائق الازہار کے قول وانما تجزی القیمۃ للعذر کی شرح میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اقول ھذا صحیح لان ظاھر الاحادیث الواردۃ لتعیین قدر الفطرۃ من الاطعمۃ ان اخراج ذلک مما سماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متعین۔ واذا عرض مانع من اخراج العین کانت القیمۃ مجزئۃ لان ذلک ھو الذی یمکن من علیہ الفطرۃ ولا یجب علیہ مالا یدخل تحت امکانہ۔

(السیل الجرار ج ۲ ص ۸۶ طبع قاہرہ)

عید الفطر

عید الفطر کی رات شرف اور بزرگی کی رات ہے، اس بارے میں کئی صحابہ سے روایتیں آئی ہیں جن کو حافظ عبد العظیم منذری نے اپنی ترغیب میں ذکر کیا ہے۔ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ منعقد نہیں ہوگی

عن ابی سعید الخدری نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر۔ (صحیحین)

عن عائشۃ مرفوعا من نذر ان یعصیہ فلا یعصہ (بخاری)

عن عمران بن حصین مرفوعا لاوفاء لنذر فی معصیۃ (مسلم)

زوال شمس کے بعد عید کا چاند دیکھنے کی شہادت

اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا اور نہ کسی

AsliAhleSunnet.com

جگہ سے وقت پر شہادت پہونچی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو زوال سے پہلے اگر معتبر شہادت مل جائے تو روزہ افطار کردینا چاہیے اور اسی دن عید کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ اور اگر آفتاب ڈھلنے کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت پہونچے تو روزہ اسی وقت افطار کردیا جائے لیکن عید کی نماز اس دن نہ پڑھی جائے۔ ابو عمیر انصاری اپنے کئی صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں۔

اهل علينا هلال شوال فاصبحنا صياماً فجاء ركب من اخر النهار فشهدوا عند رسول الله انهم رأوا الهلال بالأمس فامر الناس ان يفطروا من يومهم وان يخرجوا لعيدهم من الغد۔ (ابوداؤد، نسائی وغیرہ۔)

ابر کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہیں آیا، اس لیے ہم نے روزہ کی حالت میں صبح کی آخر دن میں چند سوار آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی کہ ہم نے چاند شام کو دیکھ لیا تھا، آپ نے لوگوں کو افطار کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ کل عید کی نماز کے لیے عیدگاہ میں چلنا ہوگا۔

عید الفطر کے دن یہ امور مسنون ہیں

(۱) غسل کرنا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدگاہ میں جانے سے پہلے غسل کرلیا کرتے تھے۔ (موطا مالک، ابن ماجہ) عبداللہ بن احمد بزار نے ابو رافع رض ابن عباس رض وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کے دن غسل کرنے کی حدیثیں نقل کی ہیں۔ لکن كلها ضعيف كما صرح به الحافظ في الدراية۔

(۲) عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدین میں بہترین کپڑے پہنتے تھے (فتح الباری۔ بحوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا)

(۳) بہترین خوشبو استعمال کرنا۔ قال الامير اليماني في سبل السلام يندب لبس احسن الثياب والتطيب باجود الاطياب في يوم العيد لما اخرجه الحاكم من حديث الحسن السبط قال امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في العيدين ان نلبس اجود ما نجد وان نتطيب باجود ما نجد۔

AsliAhleSunnet.com

(۴) بلند آواز سے عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارنا عن ابن عمرانہ کان اذا غدی یوم الفطر ویوم الاضحی یجھر بالتکبیر حتی یاتی المصلی ثم یکبر حتی یاتی الامام۔ (دار قطنی، بیہقی)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارتے تھے۔ (دار قطنی)۔ ایک حدیث میں ہے، عیدین کو تکبیر کے ذریعہ زینت دو۔ (طبرانی باسناد ضعیف) ولتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم تاکہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس کی ہدایت پر۔ اس آیت سے علماء نے تکبیر مذکور پر استدلال کیا ہے، تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

(۵) عیدگاہ میں پیدل جانا۔ عن علی قال من السنۃ ان تخرج الی العید ماشیا وان تاکل شیئاً قبل ان تخرج اخرجہ الترمذی وفی الباب احادیث اخری ضعیفۃ لکنہا یعتضد بعضہا ببعض

(۶) ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج یوم العید فی طریق رجع فی غیرہ۔ (ترمذی، احمد، ابن حبان) وفی الباب احادیث اخری ذکرھا الشوکانی فی النیل۔ راستہ بدلنے کی بیس سے زیادہ حکمتیں بیان کی گئی ہیں، ظاہری حکمت اسلام کی قوت اور شوکت کا اظہار ہے۔

(۷) طاق کھجوریں یا چھوہارے کھا کر عیدگاہ جانا، اگر یہ نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز کھالے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدو یوم الفطر حتی یاکل تمرات ویاکلھن وترا۔ (بخاری) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی صبح کو بغیر طاق کھجوریں کھائے ہوئے عیدگاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

عورتوں کا عیدین کی نماز کے لیے عیدگاہ جانا

عورتوں کا عیدگاہ میں عید کی نماز کے لیے جانا سنت ہے، شادی شدہ ہو یا

AsliAhleSunnet.com

غیر شادی شدہ، جوان ہو یا ادھیڑ یا بوڑھی۔

عن ام عطیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج الابکار والعواتق وذوات الخدور و الحیض فی العیدین فاما الحیض فیعتزلن المصلی ویشھدن دعوۃ المسلمین قالت احداھن یا رسول اللہ ان لم یکن لھا جلباب قال فلتعرھا اختھا من جلبابھا۔ (صحیحین وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں دوشیزہ جوان کنواری، حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیتے تھے۔ حیض والی عورتیں جائے نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہتیں۔ ایک عورت نے عرض کیا، اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لے جائے

جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان اور بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں، درحقیقت وہ صحیح صریح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل رایوں سے رد کرتے ہیں۔

حافظ نے فتح الباری میں اور ابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے جوابات ذکر کیے ہیں۔

ہاں عورتوں کو عیدگاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیوروں اور زینت کے لباس کے جانا چاہیے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنیں۔

عید کی نماز صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں پڑھنی چاہیے

عید کی نماز قصبہ یا شہر یا گاؤں سے باہر صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں ادا کرنی سنت ہے اور بغیر عذر کے مسجد میں یا چہار دیواری گھیر کر مسجد کی صورت بنا کر احاطہ میں ادا کرنا خلاف سنت ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی (عیدگاہ) صحرا میں تھا جس کو جبانہ کہتے ہیں۔ آپ نے صرف ایک دفعہ بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھی تھی اور مسجد کے اشرف مواضع اور افضل بقاع ہونے بلکہ اس کے بعض حصہ کے روضۃ من ریاض الجنۃ ہونے کے باوجود بغیر عذر کبھی اس میں نماز عید نہیں ادا فرمائی۔

عید کی نماز

عید کی نماز سنت موکدہ ہے، آپ نے کبھی اس نماز کو ترک نہیں فرمایا۔ جب آفتاب

AsliAhleSunnet.com

طلوع ہوکر روشنی پھیل جائے تو عید کی نماز کا اول وقت ہوگیا، یعنی اشراق کا وقت عید کی نماز کا اول وقت ہے اور قبل زوال شمس تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔

نماز عید کے لیے اذان ہے نہ اقامت۔ عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین غیر مرۃ و لا مرتین بغیر اذان و لا اقامۃ۔ (مسلم) نماز سے پہلے یا بعد میں عیدگاہ میں سنت یا نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے، اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کا بھی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی عیدگاہ میں منبر لے جانے کا ثبوت ہے،۔ نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کہنا اور عیدگاہ میں منبر لے جانا بدعت ہے۔ اور نماز عیدین سے پہلے اور بعد میں کوئی سنت نماز نہیں ہے نہ عیدگاہ میں نہ گھر پر۔

عید کی نماز کا طریقہ

دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاکر تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے پھر ہاتھوں کو سینے پر باندھے پھر سات مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر سبحانک اللھم یا اللھم باعد بینی پوری پڑھے، پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورۂ اعلیٰ یا سورۂ قاف پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع اور سجدوں سے فارغ ہوکر تکبیر پکارتا ہوا سیدھا کھڑا ہوجائے، پھر پانچ مرتبہ اللہ اکبر کہے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورہ غاشیہ یا سورۂ قمر پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع سجدہ اور قعدہ کرکے سلام پھیر دے۔

معلوم ہوا کہ عید کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت فاتحہ سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے علاوہ قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ ھذا ھو الحق کما بینہ شیخنا فی شرح الترمذی و فی رسالۃ القول السدید۔

اور تکبیر زوائد کے ساتھ رفع الیدین کا ثبوت کسی مرفوع صحیح حدیث سے نہیں ہے۔ ہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تکبیر زوائد کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے، پس اگر کوئی ان کی اتباع میں رفع یدین

AsliAhleSunnet.com

کرے تو کر سکتا ہے۔

عید کا خطبہ

عید کی نماز کے بعد خطبہ اور وعظ کہنا سنت ہے۔ امام کو چاہیے کہ مردوں کو خطبہ سنانے کے بعد عورتوں کے مجمع کے پاس پردہ سے باہر کھڑا ہو کر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے اور صدقہ و خیرات پر برانگیختہ کرے، اگر اسے یہ محسوس ہو کہ اس کی آواز عورتوں تک نہیں پہونچی ہے۔

بعض ائمہ کے نزدیک عید کا خطبہ سننا ضروری ہے۔ سنت کے مطابق خطبہ سن کر واپس ہونا چاہیے۔ امام کو چاہیے کہ سامعین کی زبان میں صدقہ و خیرات، اتفاق و اتحاد و اخلاص وغیرہ پر برانگیختہ کرنے کے علاوہ اہم اور ضروری وقتی مسائل اور ضروریات پر خطبہ سنائے۔

عیدین کے لیے جمعہ کی طرح دو خطبہ دینا کسی معتبر مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے، دو خطبوں کے ثبوت میں تین روایتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ایک حضرت جابرؓ کی جو ابن ماجہ میں مروی ہے۔ دوسری حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی جو مسند بزار میں مروی ہے۔ تیسری حضرت ابن مسعودؓ کی جسے امام نووی نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ وروی عن ابن مسعود انہ قال من السنة ان یخطب فی العیدین خطبتین فیفصل بینهما بجلوس۔ لیکن یہ تینوں روایتیں غیر ثابت ہیں، اس لیے امام نووی لکھتے ہیں۔ لم یثبت فی تکریر الخطبة شئ و لکن المعتمد فیه القیاس علی الجمعة۔ انتھیٰ۔ تفصیل مرعاۃ ج ۲ ص ۳۳۳ میں ملاحظہ کی جائے۔

مذکورہ بالا روایتوں اور جمعہ پر قیاس کی بنا پر دو خطبہ دیا جائے تو جائز ہے۔

شش عیدی روزے

رمضان کے روزے پورے کرنے کے بعد عید کے متصل ہی یا دو چار روز کے بعد شوال ہی کے مہینے میں پے درپے یا ناغہ کرکے چھ روزے رکھنے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال فذلک صیام الدھر (مسلم وغیرہ)

سال بھر کے روزوں کا ثواب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قانون الٰہی من جاء بالحسنة فله عشر

AsliAhleSunnet.com

امثالہا کے مطابق ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے تو رمضان کے تیس روزوں کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوگا، گویا تیس روزے قائم مقام دس مہینے کے روزوں کے ہوئے اور تیس روزے رکھنے سے دس مہینے کے روزوں کا ثواب ملا۔ اب اسی قانونِ الہی کے مطابق شش عیدی روزے ساٹھ روزوں کے قائم مقام ہوئے اور چھ روزوں سے دو مہینے کے روزوں کا ثواب ملا معلوم ہوا کہ رمضان اور شش عیدی روزوں سے سال بھر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔

پس مسلمانو! اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کے لیے رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھنے کی پوری کوشش اور سعی کرو۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ اور امام مالکؒ کے نزدیک شش عیدی روزے مکروہ ہیں لیکن عام متاخرین حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں اور ان روزوں کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (عالمگیری)

•••

بقیہ اداریہ

یعنی منافق اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے نہیں معلوم کہ اس کے مالک نے کیوں باندھا اور کیوں کھول دیا؟ ۔۔۔ خلاصہ یہ کہ روزہ خالص عبادتِ الہی ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تربیت بھی ہے کہ انسان اپنے پیٹ کے تقاضوں اور اپنے نفس کی خواہشات کو اپنے قابو اور کنٹرول میں رکھے، اور اس کی تکمیل میں حدود الہی سے باہر قدم نہ رکھے۔ اب چونکہ یہی دونوں چیزیں ساری برائیوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ ہیں اور ان پر قابو حاصل کر لینے سے ساری برائیوں اور خرابیوں پر کنٹرول ہو جاتا ہے، اس لیے روزے کو تقویٰ کا ذریعہ قرار دیا گیا، کیونکہ اصل تقویٰ یہی ہے کہ انسان حلال و حرام میں تمیز کر کے حلال کو اختیار کرلے اور حرام سے کنارہ کش ہو جائے۔ اس تفصیل سے کسی قدر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی معنویت سمجھی جاسکتی ہے یا ایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ۔

•••

AsliAhleSunnet.com

رکعاتِ تراویح

تحریرات :-
• مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری رحمہ اللہ
• مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ
• مولانا کرم الدین سلفی رحمہ اللہ
تلخیص و تصرف :- ادارہ محدث

بیس اور آٹھ رکعت تراویح کا مسئلہ ہمارے ملک میں خواہ مخواہ کی بحث اور الجھاوے کا موضوع بنا ہوا ہے ۔ ذیل کے مضمون میں اس مسئلہ کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا گیا ہے اور مسئلے کی متفقہ اور واقعی صورت بتلائی گئی ہے ۔ (ادارہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رکعاتِ تراویح

متعدد احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے سلسلے میں معمول بیان کیا گیا ہے ۔ ہم ذیل میں تین احادیث درج کرتے ہیں ۔

پہلی حدیث :- عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا ۔ الحدیث ۔ (بخاری ج ا ص۱۵۴ ، ۲۶۹ ، مسلم ج ا ص۲۵۴)

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں رات کی نماز یعنی تراویح کیسے پڑھتے تھے ؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا

AsliAhleSunnet.com

مضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، چار رکعت پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی نہ پوچھو
کے بعد پھر چار رکعت پڑھتے، ان کی خوبی اور لمبائی کا حال نہ پوچھو، پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔
گیارہ رکعتیں ہوئیں۔)

سری حدیث :- عن جابر بن عبد اللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
سلم فی شہر رمضان ثمان رکعات ثم اوتر فلما کانت القابلۃ اجتمعنا
مسجد ورجونا ان یخرج فلم یخرج فلم نزل فیہ حتی اصبحنا ثم دخلنا فقلنا
سول اللہ اجتمعنا البارحۃ فی المسجد ورجونا ان تصلی بنا فقال انی
شیت ان یکتب علیکم رواہ ابن حبان وابن خزیمۃ فی صحیحہما والطبرانی
صغیر ص۱۰۸ ومحمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل ص۹۰۔

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو رمضان کے مہینے میں (تراویح
) آٹھ رکعات پڑھائیں اس کے بعد وتر پڑھا۔ دوسرے روز جب رات ہوئی تو ہم لوگ پھر مسجد میں
ہو گئے۔ امید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں گے اور نماز پڑھائیں گے، مگر آپ نہ نکلے، ہم صبح تک
یں رہ گئے، پھر رسول اللہ ؐ کی خدمت میں ہم لوگ گئے اور یہ بات بیان کی تو فرمایا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ
یہ نماز تم لوگوں پر فرض نہ ہو جائے۔ (اس لیے میں گھر سے نہیں نکلا۔)

سری حدیث :- عن جابر قال جاء ابی بن کعب الی رسول اللہ صلی اللہ
ہ وسلم فقال یا رسول اللہ انہ کان منی اللیلۃ شیٔ یعنی فی رمضان
وماذاک یا ابی قال نسوۃ فی داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی بصلاتک
فصلیت بھن ثمان رکعات واوترت فسکت فکان شبہ الرضا ولم یقل شیئاً
ہ ابو یعلی والطبرانی بنحوہ فی الاوسط قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ص۷۲ ج۲۔
سنادہ حسن وذکرہ ابن نصر المروزی فی قیام اللیل ص۹۰۔

حضرت ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول!

AsliAhleSunnet.com

رات کو میں نے اپنی سمجھ سے ایک کام کر دیا۔ یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے۔ آنحضرت نے پوچھا
کیا بات ہے؟ حضرت ابی نے کہا کہ میرے گھر کی عورتوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے لہذا تراویح
کی نماز آپ گھر ہی پڑھیے ہم بھی آپ کے پیچھے پڑھیں گے۔ چنانچہ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور اس کے
وتر کے ساتھ نماز پڑھا دی۔ آنحضرت خاموش رہ گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ نے اس کو پسند فرمایا۔

پہلی اور دوسری دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا بیان ہے کہ آپ نے رمضان
میں تراویح کی آٹھ رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد وتر ادا فرمایا۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی
سنت ہوئی۔

تیسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ انھوں نے اپنے گھر
عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا
آنحضرت نے سن کر خاموشی اختیار فرمائی، یعنی اس پر کوئی اعتراض اور انکار نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا
یہ طریقہ آنحضرت کو پسند تھا۔ — یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریری سنت ہوئی۔

اس طرح فعل نبوی، اور تقریر نبوی، دونوں سے آٹھ رکعت تراویح کا سنت نبوی، ہونا ثابت
ہو جاتا ہے۔

حکم فاروقی

عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر
بن الخطاب رض ابی بن کعب وتمیما الداری ان
یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ۔ (موطا امام مالک مع کشف المغطا ص۹۸ نور محمد کراچی)
مختصر قیام اللیل للمروزی ص۱۵۷ (سانگلہ ہل)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعت
(تراویح) بمع وتر پڑھایا کریں۔

گیارہ رکعت تراویح مع وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بہا طریقہ تھا اور حضرت عمر رض نے
صحابہ کرام رض کو گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا ہی حکم دیا تھا۔ دوسری روایات سے واضح ہے کہ لوگ اسی حکم

AsliAhleSunnet.com

مطابق گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے ، تفصیل آگے آرہی ہے۔

رکعات تراویح کی صحیح تعداد علمائے احناف کی نظر میں

(۱) **امام محمدؒ** امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے ارشد تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حنفی مذہب کا زیادہ تر دارومدار امام محمدؒ کی تصانیف پر ہے اور ان تصانیف سے موطا امام محمد کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

امام محمدؒ نے اسی موطا میں ایک عنوان قائم کیا ہے، باب قیام شہر رمضان ص۱۳۸ اس پر مولانا عبدالحی حنفی نے لکھا ہے و یسمی التراویح یعنی قیام شہر رمضان کو تراویح کہتے ہیں۔ وکذا فی نصب الرایۃ ج۲ ص ۱۵۲ وشرح مسلم ج۱ ص ۲۵۹ وتنویر الحوالک ج۱ ص ۱۳۵ والتعلیق الصبیح ج۲ ص ۱۰۴ وغیرھا۔

تراویح کی تعداد رکعات بیان کرنے کے لیے امام محمدؒ نے حضرت عائشہؓ کی مشہور حدیث ذکر کی ہے۔

ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ ص۱۳۸ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور ص۱۳۹ پر لکھتے ہیں وبھذا کلہ ناخذ یعنی ان حدیثوں پر ہمارا عمل واعتقاد ہے اور بیس رکعات تراویح کا بالکل ذکر ہی نہیں کیا۔ اس سے صاف ظاہر اور واضح ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک تراویح گیارہ رکعت مع وتر ہی سنت نبوی ہے۔ وبھذا کلہ ناخذ سے مترشح ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی یہی ہے، کیوں کہ امام ابوحنیفہ سے بیس رکعت تراویح صحیح سند سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

(۲) **علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ** علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں:-

فان قلت لم یبین فی الروایات المذکورۃ عدد الصلوٰۃ التی صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی قلت روی ابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث جابر رضی اللہ عنہ، قال صلی

AsliAhleSunnet.com

بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر

(عمدۃ القادری شرح بخاری ج ۷، ص ۱۷۷ طبع منیریہ)

یعنی اگر سوال کرے کہ (بخاری) کی ان روایتوں میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز تراویح پڑھانے کا ذکر ہے، رکعتوں کی تعداد بیان نہیں کی گئی ہے، تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ صحیح ابن خزیمہؒ اور صحیح ابن حبان رضؓ نے حضرت جابرؓ کی حدیث روایت کی ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان تین راتوں میں) ہم (صحابہ کرامؓ) کو آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ اور وتر

(۳) **ابن ہمام حنفیؒ**

ابن ہمام، فتح القدیر شرح الہدایہ صہ۳۳ ج ۱ طبع مصر ج ۱ ص ۱۹۸ طبع نول کشور پہ لکھتے ہیں۔

ان قیام رمضان سنۃ احدی عشر رکعۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ علیہ السلام۔ وایضا مسک الختام

یعنی قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعت مع وتر سنت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ ادا کیا۔

وفی فتح القدیر ان الثمانیۃ منہا سنۃ مؤکدۃ وما بقی فمستحب

(حاشیہ فیض الباری صہ۴۲ ج ۲ انور شاہ کشمیری) یعنی آٹھ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے باقی مستحب ہے

فتح القدیر صہ۹ ج ۱ لکھتے ہیں: وظاھر کلام المشائخ ان السنۃ عشرون ومقتضی الدلیل ما قلنا و ایضا مرقاۃ ج ص ۱۷۵ قدیم طبع)

ہمارے مشائخ کے ظاہر کلام سے بیس رکعت سنت معلوم ہوتی ہے لیکن دلیل کے لحاظ سے گیارہ رکعت مع وتر ہی صحیح ہے۔

(۴) **امام ابن نجیم حنفیؒ**

امام نجیم حنفیؒ بحر الرائق ج ۲ صہ۲ پہ لکھتے ہیں (ایک طبع میں صہ۶۶ ہے)

وقد ثبت ان ذلک کان احدی عشرۃ بالوتر کما ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشۃؓ فاذن یکون المسنون علی اصول مشائخنا

AsliAhleSunnet.com

ثمانیة منها، والمستحب اثنا عشرة وایضاً مسک الختام ج ۱ ص ۳۹۶

ہمارے مشائخ کے اصول کے مطابق آٹھ رکعت تراویح سنت ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مع وتر گیارہ رکعت تراویح ثابت ہے جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے اور بارہ مستحب ہے

(۵) مُلّا علی قاری حنفیؒ

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔

ان التراویح فی الاصل احدی عشرة رکعة فعله علیه السلام۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۵ بحوالہ مرقاۃ)

یعنی تراویح درحقیقت گیارہ رکعت (سنت) ہے، جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی ہے

فانه صح عنه انه صلی بهم ثمان رکعات والوتر۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۷۴)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعات تراویح پڑھائی تھیں اور وتر۔

وفی صحیحی ابن خزیمة وابن حبان انه صلی بهم ثمان رکعات والوتر (مرقاۃ المفاتیح ص ۱۷۵ ج ۲) ۔ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو آٹھ رکعات (تراویح) پڑھائی تھیں۔ اور وتر۔

(۶) علامہ زیلعی حنفیؒ

علامہ زیلعی حنفیؒ بیس رکعت والی حدیث کو ضعیف قرار دیکر لکھتے ہیں۔

ثم انه مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سأل عائشة کیف کانت صلوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی رمضان قالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳)

یعنی بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہونے کے باوجود صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

AsliAhleSunnet.com

وتر لکھتے ہیں :۔ وعند ابن حبان فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ انہ علیہ السلام قام بھم فی رمضان فصلی ثمان رکعات واوتر۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۲)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام کو آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر۔

(۷) احمد طحطاوی حنفیؒ

طحطاوی لکھتے ہیں :۔
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلھا عشرین بل ثمانیا۔ طحطاوی حاشیہ درمختار ج ۱ ص ۲۹۵)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعات تراویح نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ رکعات پڑھی ہیں۔
وہم در طحطاوی بعد نقل کلام فتح القدیر مثل کلام بحر الرائق گفتہ یعنی فاذن یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ والمستحب اثنا عشر۔ (مسک الختام صـ ۲۹۹ ج ۱)

(۸) علامہ شامیؒ

ان مقتضی الدلیل کون المسنون منھا ثمانیۃ والباقی مستحبا۔ (رد المختار شامی ج ۱ صـ ۴۹۵)
یعنی دلیل کے لحاظ سے آٹھ رکعات تراویح سنت ہے اور باقی مستحب ہیں۔

سید احمد حموی حنفیؒ

احمد حموی حاشیۃ الاشباہ میں لکھتے ہیں :
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلھا عشرین بل ثمانیا۔ (صـ۹)۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح بیس رکعت نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت پڑھی ہے۔

(۱) ابو السعود حنفیؒ

ابو السعود حنفی شرح کنز ص ۲۶۵ پر لکھتے ہیں :۔
لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلھا عشرین بل ثمانیاً۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح بیس رکعت نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت پڑھی ہے۔
مولوی محمد احسن نانوتوی حاشیہ کنز الدقائق صـ ۳۶ پر لکھتے ہیں
لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلھا عشرین بل ثمانیاً۔

AsliAhleSunnet.com

اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت پڑھی ہے۔

(۱۲) **کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ** صفحہ ۲۵۱ جلد اول میں ہے وکان یصلی بھم ثمان رکعات

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو آٹھ رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔

(۱۳) **ابو الحسن شرنبلالی** لکھتے ہیں: ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالجماعۃ احدی عشر رکعۃ بالوتر۔ (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص۲۴۷) ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ گیارہ رکعت مع وتر (تراویح) پڑھائی تھیں۔

فتاوی شرنبلالیہ میں ہے۔ الذی فعلہ علیہ السلام بالجماعۃ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر وماروی انہ کان یصلی عشرین سوی الوتر فضعیف۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف گیارہ رکعت مع وتر بالجماعت پڑھائی ہیں اور بیس کی روایت ضعیف ہے (صحیح نہیں ہے)

(۱۴) **شیخ عبد الحق دہلوی** والصحیح ماروتہ عائشۃ انہ صلی احدی عشرۃ رکعۃ کما ھو عادتہ فی قیام اللیل۔ مما ثبت بالسنۃ۔ (ص۲۹۳) ۔ یعنی صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت (تراویح) پڑھی ہیں، جیساکہ رات کے قیام میں آپ کی عادت شریفہ تھی۔

وتحقیق آنست کہ صلوٰۃ آنحضرت در رمضان ہمان نماز معتاد او بود و یازدہ رکعت کہ دائم در تہجد میگزارد، چنانکہ معلوم گردد۔ (مدارج النبوت ص۴۶۵ ج ۱) یعنی صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں (تراویح) گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے، جو کہ تہجد میں ہمیشہ پڑھتے تھے۔

(۱۵) **نفحات رشیدی** زیرا کہ ثابت شدہ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نیفزود بر یازدہ رکعت با وتر چیزی نہ در رمضان و نہ در غیر آں (مسک الختام ج ۱ ص ۲۸۹)

AsliAhleSunnet.com

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے گیارہ رکعت سے زیادہ (تراویح) نہیں پڑھی ہیں، وتر کے ساتھ نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں۔

مولانا عبدالحیٔ لکھتے ہیں۔

(۱۶) مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفیؒ

واما العدد فروی ابن حبان وغیرہ انہ صلّی بھم فی تلک اللیالی ثمان رکعات و ثلاث رکعات وتراً (عمدۃ الرعایۃ صفحہ ۲۰۷ ج ۱)

یعنی تراویح کی تعداد کے بارے میں امام ابن حبان اور اس کے غیر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین راتوں میں صحابہ کرام کو آٹھ رکعات اور تین وتر (نماز تراویح) پڑھائی تھی۔

اور التعلیق المجد صفحہ ۱۳۸ میں اس حدیث کو ھذا اصح (یہ حدیث زیادہ صحیح ہے) کہا ہے۔

والحاصل أنّہٗ سُئل عن صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی انھا کم کانت فالجواب انھا ثمان رکعات لحدیث جابر۔ (تحفۃ الاخیار صفحہ ۲۸ طبع لکھنؤ)

سئلت فی سنۃ ۱۲۸۶ السّت والثمانین بعد الف والمأتین من الھجرۃ عمّن صلی التراویح ثمان رکعات اقتداءً بما روی ابن حبان وغیرہ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما صلی فی اللیالی الثلاث فی رمضان باحدی عشرۃ مع الوتر ثلاث رکعات ھل یکون تارکاً للسنۃ، فأجیب بجواب بما محصّلہ، انّ جمھور الاصولیین یعرفون السنۃ بما واظب علیہ الرسول فحسب، فعلی ھذا التعریف یکون السّنۃ ھو ذلک القدر المذکور۔ (حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱ قرآن محل کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تراویح گیارہ رکعات مع وتر ہے اور بس، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو رمضان کی تین راتوں میں گیارہ رکعت تراویح مع وتر پڑھائی تھی

مولانا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

(۱۷) مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندی

ولا مناص من تسلیم ان التراویح علیہ السلام کانت ثمانیہ رکعات ولم یثبت فی روایۃ من الروایات انہ علیہ

AsliAhleSunnet.com

السلام صلی التراویح والتہجد علیحدۃ فی رمضان (العرف الشذی صفہ ۳۰۹ بعض میں صفہ ۳۲۹) یعنی یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح آٹھ رکعات تھی اور قطعاً کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے تراویح اور تہجد کو رمضان میں علیحدہ علیحدہ پڑھا ہو۔

فصح عنہ ثمان رکعات و اما عشرون فھو عنہ علیہ السلام بسند ضعیف وعلی ضعفہ اتفاق۔ (العرف الشذی صفہ ۳۰۹ بعض طبع میں صفہ ۳۲۹ ہے۔) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعات تراویح صحیح ہیں اور بیس رکعات کی تعداد ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

ثم ان التراویح لم یثبت مرفوعاً ازید من ثلاث عشرۃ رکعۃ۔ (فیض الباری ج۱ صفہ ۴۲۰) اذ التراویح التی صلاھا صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان بھم کانت احدی عشرۃ رکعۃ کما عند ابن خزیمۃ و محمد بن نصر و ابن حبان عن جابر ثمان رکعات والوتر (کشف الستر صفہ ۲۶) ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو رمضان میں گیارہ رکعات تراویح پڑھائی تھیں جیسا کہ ابن خزیمہ، محمد بن نصر، ابن حبان نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے آٹھ رکعت اور وتر۔

مولانا احمد علی سہارنپوری حنفی لکھتے ہیں۔

(۱۸) مولانا احمد علی

ان قیام رمضان سنۃ احدی عشر رکعۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ علیہ السلام۔ (حاشیہ بخاری ج۱ ص ۱۵۴) یعنی قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر سنت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ ادا کیا ہے

عین الہدایہ صفہ ۵۶۲ پر ہے۔ تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعت ہی ثابت ہیں۔

والذی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجماعۃ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر۔ (امداد الفتاح۔ مفاتیح لاسرار التراویح صفہ ۹)

۱۹ رشید احمد گنگوہی

رشید احمد گنگوہی رسالہ الحق الصریح، میں لکھتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

گیارہ رکعات تراویح مع وتر سرورِ عالم ﷺ سے ثابت و مؤکد ہے۔

(۲۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

از فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یازدہ رکعت ثابت شدہ است۔ (مصفیٰ شرح موطا فارسی مع مسوّی صفحہ ۱۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے تراویح گیارہ رکعت ثابت ہے۔

قارئین کرام

معزز قارئین! آپ آٹھ رکعت تراویح کے بارے میں علمائے حنفیہ کے ارشادات پڑھ آئے ہیں۔ اب بیس رکعت تراویح کے بارے میں بھی علمائے امت خاص کر علمائے احناف کے فیصلے پڑھیے پھر الانصاف اعدل الاوصاف کو مدِنظر رکھتے ہوئے سوچیے کہ فعلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے افعال میں کہاں تک مطابقت اور موافقت ہے۔ بیس رکعت تراویح کے متعلق جو حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے، اس کی سند کا مرکزی راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ہے جو بالاتفاق ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام یحییٰ بن معین، امام داؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوحاتم، امام جوزجانی، امام دولابی، امام صالح بن جزرہ، امام ابوعلی نیشاپوری، امام احوص غلابی، امام شعبہ، امام ابن سعد، امام دارقطنی، امام عبداللہ بن مبارک، امام ذہبی، امام نووی، امام ابن حجر ہیثمی، امام بیہقی، امام ابن عبدالبر، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابن عدی وغیرہم نے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کو ضعیف کہا ہے اور مجروح جھوٹا اور غیر معتبر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۴۴، نووی شرح مسلم ص ۱۷، الفتاوی الکبریٰ لابن الحجر الہیثمی ص ۱۹۵ ج ۱، سبل السلام ج ۱ ص ۱۰، نیز حافظ ابن حجر نے الدرایہ ص ۱۲۳، فتح الباری ص ۱۵۸، علامہ سیوطی نے تنویر الحوالک ص ۱۴۱ ج ۱، علامہ زرقانی نے زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۴۱، علامہ زرکشی اور علامہ امیر یمانی نے سبل السلام ص ۱۰ ج ۲، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۸ میں اس حدیث کو ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

بیس رکعات والی حدیث اور احناف

ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۸، علامہ عینی عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۸، امام زیلعی حنفی رحمہ اللہ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳

AsliAhleSunnet.com

ملا علی قاری حنفی مرقات ص۱۷۵ ج ۲، علامہ عبدالحی التعلیق الممجد ص۱۱۳ شاہ انور شاہ کشمیری العرف الشذی ص۳۰۹ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندی حنفی شرح ترمذی ص۴۳۳ ج ۱، مولوی محمد زکریا اوجز المسالک ص۳۹۷ ج ۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنہ ص۱۲۴ علامہ محمد طاہر حنفی مجمع البحار ص۲۸۶ ج ۲، مولوی احمد علی سہارنپوری حنفی حاشیہ بخاری ج ۱ ص۱۵۴۔ شیخ محمد تھانوی حنفی حاشیہ نسائی مجتبائی ج ۱ ص۲۴۲، مفتی عزیزالرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۱۴۱ ج ۲ میں بیس رکعت والی حدیث کو ضعیف اور ناقابلِ عمل قرار دیتے ہیں۔

حقیقت چوں کہ بیس رکعت تراویح کسی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ ہی حضرت عمرؓ کے قول و فعل سے۔ لہٰذا ابوبکر محمد بن الولید الطرطوسی فرماتے ہیں۔ قال مالك والذی آخذ به فی نفسی فی قیام شهر رمضان الذی جمع عمرؓ علیه الناس احدی عشرة رکعة بالوتر وهی صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (کتاب الحوادث والبدع ص۵۶ وعمدۃ القاری ص۱۲۷ ج ۱۱ منیریہ)

امام مالک فرماتے ہیں کہ تراویح کے بارے میں میں اپنے لیے اسی چیز کو اختیار کرتا ہوں جس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا تھا، یعنی گیارہ رکعت مع وتر کے، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث عائشہ کا تعلق تراویح سے ہے

تراویح اور تہجد کے فرق کی بحث آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں صحیح بخاری شریف کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث پیش کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (مع وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اس حدیث سے تمام حنفی اور غیر حنفی علماء محققین نے یہی سمجھا ہے کہ آپ تراویح کی نماز گیارہ رکعتیں ہی پڑھتے تھے۔ (اس کے کچھ حوالے گزر چکے ہیں، کچھ آئندہ آئیں گے۔) مگر آج کل کے بعض حنفی دوستوں نے

AsliAhleSunnet.com

ایک نئی نکتہ آفرینی کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ تراویح خاص رمضان کی نماز ہے اور حدیث عائشہ میں اس نماز کا ذکر ہے جو غیر رمضان میں بھی پڑھی جاتی تھی، اس لیے اس کا تعلق تراویح سے نہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ایک سوال کے جواب میں ہے ابوسلمہ (تابعی) نے جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تھا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ یعنی رمضان شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت کیا تھی؟) سائل نے خاص رمضان کی نماز کی بابت سوال کیا تھا، اور ہمارے یہ حنفی دوست بھی مانتے ہیں کہ تراویح خاص رمضان کی نماز ہے تو گویا بالفاظ دیگر سائل نے "تراویح" کی بابت پوچھا تھا۔

اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ کہیے کہ حضرت عائشہ کا جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ سائل نے تراویح کا حال دریافت کیا تھا اور جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے تہجد کا حال بتایا، تہجد کے ساتھ تراویح کا کوئی لگاؤ نہیں، یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں۔

یا یہ کہیے کہ نہیں جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب سوال کے مطابق ہے مع افادہ زائدہ۔ یعنی سائل نے اگرچہ صرف رمضان کی راتوں کی نماز (تراویح) کی بابت سوال کیا تھا مگر حضرت عائشہ نے اس کو رمضان کی راتوں اور غیر رمضان کی راتوں (تراویح اور تہجد) دونوں کی نماز کا حال بتادیا، کیوں کہ تراویح و تہجد دونوں بے لگاؤ نہیں، بلکہ وہی نماز جو غیر رمضان میں تہجد کہی جاتی ہے اسی کا نام رمضان میں تراویح ہے۔

کوئی ضد اور عناد میں پہلی صورت اختیار کرے تو کرے مگر کوئی انصاف پسند آدمی اس کو گوارا نہیں کرسکتا، اور جناب صدیقہ جیسی صاحب فضل وکمال شخصیت کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان کا کلام سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہوگا۔ لہٰذا یہاں دوسری ہی صورت متعین ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت عائشہ کی حدیث کا تعلق تراویح سے ہے۔ اور جب تراویح سے حدیث عائشہ کا تعلق ثابت ہوگیا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ تراویح کی تعداد گیارہ رکعت ہے اور اسی تعداد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ عمل رہا ہے۔

آئیے! اس مسئلہ پر ایک اور پہلو سے غور کیجیے، یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان

AsliAhleSunnet.com

کی بڑی فضیلت بیان فرمایا کرتے تھے اور اس کی خوب ترغیب دیتے تھے۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات متعین ہے کہ غیر رمضان کی طرح رمضان کی راتوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں ہی پڑھتے تھے، اس سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ تہجد کی نماز تھی، تراویح کی نماز نہ تھی تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ آپ تراویح کی نماز پڑھتے ہی نہ تھے۔ بالفاظ دیگر آپ جس چیز کی لوگوں کو ترغیب دیتے تھے نعوذ باللہ اس پر خود عمل پیرا نہ تھے ورنہ پھر یہ کہیے کہ آپ تو دونوں نمازیں الگ الگ پڑھتے تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھے جانے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ایک نماز کو پورے طور پر چھپا لیا، اور اس کے متعلق کچھ نہ بتایا بلکہ یہ کہہ کر اس کی نفی کر دی کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھتے ہی نہ تھے۔

یاد رہے کہ حضرت عائشہ رض سے تہجد یا تراویح کی نماز کا نام لے کر سوال نہیں کیا گیا تھا بلکہ مطلق رمضان کی راتوں کی نماز کے متعلق سوال تھا۔ اس لیے اگر حضور کی نمازیں دو تھیں تو حضرت عائشہ کا بیان خلاف واقعہ ہوگا، کیوں کہ انھوں نے ایک ہی نماز بیان کی ہے اور دوسری کی نفی کی ہے۔

خدارا غور کیجیے، کہ کیا کوئی مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اس طرح کی بدگمانی کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ یا حضور کے بارے میں یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ جس چیز کی دوسروں کو ترغیب دیتے تھے اس پر خود عمل نہ کرتے تھے؟

درحقیقت یہ خرابی اس لیے لازم آ رہی ہے کہ زمانۂ رمضان کے تہجد اور تراویح کو دو الگ الگ نمازیں سمجھ لیا گیا ہے ورنہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ زمانۂ رمضان کے تہجد ہی کا دوسرا نام تراویح ہے تو اس طرح کی کوئی خرابی نہیں لازم آئے گی۔

یاد رہے کہ تفسیر، حدیث اور فقہ ان سب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تہجد اور صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل یہ تینوں الفاظ ایک ہی نماز پر بولے جاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو فتح القدیر جلد اول ص ۳۱۹ و ۳۲۰ اور البحر الرائق جلد ثانی ص ۵۲ طبع مصر) اور تراویح کے لیے بھی صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل ہی کے الفاظ احادیث میں بولے گئے ہیں، خود تراویح کا لفظ احادیث میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے اب چوں کہ صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل ہی کا نام تہجد ہے اور رمضان کی صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل کو تراویح

AsliAhleSunnet.com

بھی کہتے ہیں، بالفاظ دیگر تراویح، تہجد فی رمضان، صلوٰۃ اللیل فی رمضان اور قیام اللیل فی رمضان یہ چاروں الفاظ مترادف ہیں۔ نماز ایک ہے اور نام چار ہیں۔

ہماری اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ تہجد اور تراویح میں صرف ویسا ہی فرق ہے جیسا فرق مسلمان اور حنفی میں ہے۔ یعنی مسلمان تو ہر کلمہ گو کو کہتے ہیں، لیکن حنفی صرف اس مسلمان کو کہتے ہیں جو امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتا ہو اسی طرح تہجد ہر زمانہ کی صلوٰۃ اللیل کو کہتے ہیں، لیکن تراویح صرف اس تہجد کو کہتے ہیں جو زمانہ رمضان میں پڑھی جاتی ہے، رہا یہ کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ تراویح ہی تہجد فی رمضان ہے تو سنیئے۔

(۱) اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی راتوں میں تین روز صحابہ کو پڑھا کر اس سلسلہ کو جو بند فرما دیا تھا تو اس کی بابت بعض روایات میں ہے۔

ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنها۔ (فتح الملہم ۲/۳۲۲)

مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر صلوٰۃ اللیل فرض نہ کر دی جائے اور تم اس سے عاجز رہ جاؤ۔

اور بعض روایات میں ہے۔ خشیت أن یفرض علیکم قیام هذا الشهر (ایضاً)

میں ڈرا کہ اس مہینہ کا قیام تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔

ان راتوں کی نماز کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ یہ تراویح تھی اور اسی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ اللیل، اور قیام ہذا الشہر، فرمایا ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل ہی کا نام تہجد بھی ہے، پس ثابت ہو گیا کہ تراویح ہی رمضان میں صلوٰۃ اللیل بھی ہے اور قیام اللیل بھی ہے اور تہجد بھی ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ان تین راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے علاوہ تہجد بھی ادا فرمایا تھا، اسی طرح جن صحابہ نے اس جماعت میں شرکت کی تھی ان کے متعلق بھی کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ انھوں نے اس جماعت کے علاوہ تہجد بھی پڑھا تھا، بلکہ تیسری رات کے متعلق یہ مذکور ہے کہ آپ نے اتنی دیر تک نماز پڑھائی کہ سحری فوت ہو جانے کا خوف ہوا، ایسی صورت میں کسی اور نماز کے ادا کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (حالاں کہ بعض علماء حضور پر تہجد

AsliAhleSunnet.com

کی نماز فرض مانتے ہیں۔) ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب حضرات صحابہ کی وہ نماز تراویح ہی تہجد تھی۔

(۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے، جیسا کہ علماء دیوبند میں سے ایک بہت بڑے ممتاز عالم مولانا انور شاہ کا بیان ہے۔

ویؤیدہ فعل عمر رضی اللہ عنہ فانہ کان یصلی التراویح فی بیتہ فی آخر اللیل مع انہ کان امرھم ان یؤدوھا بالجماعۃ فی المسجد، و مع ذلک لم یکن یدخل فیھا و ذلک لانہ کان یعلم ان عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان بادائھا فی آخر اللیل ثم نبھھم علیہ قال ان الصلوۃ التی تقومون بھا فی اول اللیل مفضولۃ منھا لو کنتم تقیمونھا فی آخر اللیل فجعل الصلوۃ واحدۃ و فضل قیامھا فی آخر اللیل علی القیام بھا فی اول اللیل، وعامتھم لما لم یدرکوا مرادہ جعلوہ دلیلا علی تغایر الصلوتین و زعموا انھما کانتا صلوتین۔ (فیض الباری ۲/۴۲۰)

اس مسلک کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے بھی ہوتی ہے کہ وہ تراویح آخر شب میں اپنے گھر پڑھا کرتے۔ حالانکہ لوگوں کو حکم دیا تھا کہ وہ جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھا کریں، حضرت عمر خود اس جماعت میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا کہ آپ یہ نماز آخر شب میں پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو متنبہ بھی کر دیا تھا کہ جو نماز تم لوگ اول شب میں پڑھتے ہو اگر اس کو آخر شب میں پڑھا کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے تراویح اور تہجد فی رمضان دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیا ہے، لیکن عام طور پر علماء نے ان کی مراد نہیں سمجھی اس لیے الٹے اس کو ان دونوں نمازوں میں مغائرت کی دلیل بنا دیا اور یہ زعم کر بیٹھے کہ تہجد اور تراویح دو نمازیں ہیں۔

(۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ بقول انور شاہ صاحب امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام اللیل،

AsliAhleSunnet.com

میں لکھا ہے کہ بعض علمائے سلف اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص تراویح پڑھے، اس کو پھر تہجد نہیں پڑھنا چاہیے اور بعض علماء نے مطلق نفل کی اجازت دی ہے۔

علمائے سلف کا یہ اختلاف صاف دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔

مولانا انور شاہ کشمیری کا بیان ہے۔

ثم ان محمد بن نصر وضع عدة تراجم فی قیام اللیل وکتب ان بعض السلف ذهبوا الی منع التهجد لمن صلی التراویح وبعضهم قالوا اباحة النفل المطلق فدل اختلافهم هذا علی اتحاد الصلوتین عندهم۔

(فیض الباری ایضاً) ۔ پھر محمد بن نصر نے قیام اللیل میں متعدد ترجمے درج کیے ہیں اور لکھا ہے کہ بعض سلف اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص تراویح پڑھ چکا ہے وہ تہجد نہ پڑھے اور بعض کہتے ہیں کہ مطلق نفل کی اجازت ہے۔ ان کا یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں نمازیں ایک ہیں۔

ان دلائل کی روشنی میں انصاف و دیانت کی رو سے غور کرنے والے کے لیے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ تراویح ہی تہجد فی رمضان ہے۔ تاہم بعض حضرات بڑے شد و مد سے دونوں میں فرق کے قائل ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے متعدد نکات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کی بھی حقیقت وا شگاف کی جاتی ہے۔

ایک فرق یہ بتلایا جاتا ہے کہ تراویح شروع رات میں پڑھی جاتی ہے اور تہجد اخیر رات میں، مگر یہ محض غلط فہمی ہے، تہجد اور تراویح کا وقت بالکل ایک ہے، یعنی عشاء کے بعد سے فجر کے پہلے تک۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر تک کے وقفہ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے، اور دوسری روایت میں انھوں نے اس کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ آپ نے رات کے ہر حصہ میں تہجد کی نماز پڑھی ہے، کبھی شروع رات میں، کبھی درمیان رات میں اور کبھی اخیر رات میں (مسلم ۱/۲۵۵ وغیرہ) حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے جس کسی حصہ میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے دیکھ سکتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے۔ (نسائی)

یعنی آپ نے تہجد کے لیے رات کا کوئی ایک حصہ مثلاً ابتدائی یا درمیانی یا آخری مخصوص نہیں کر رکھا تھا، بلکہ رات کے

AsliAhleSunnet.com

جس حصہ میں کسی روز نماز پڑھتے اسی حصہ میں کسی روز سوتے تھے۔ اس طرح چند روز مسلسل آپ کو دیکھا جاتا تو رات کے ہر حصہ میں کبھی سوتے اور کبھی جاگتے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا۔

بعینہ یہی معاملہ تراویح کا ہے کہ اسے رات کے جس حصہ میں چاہیں پڑھ سکتے ہیں، عام لوگ سہولت کے لیے شروع رات میں پڑھتے تھے، حضور نے تیسری رات اور بعد میں صحابہ نے بھی کبھی کبھی اسے سحر تک طول دیدیا تھا۔

تہجد اور تراویح میں ایک فرق یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور تہجد بلا جماعت۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے، دونوں ہی نمازیں جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور بلا جماعت بھی۔ تہجد میں حضور کے ساتھ دوسروں کی شرکت کے واقعات بھی ملتے ہیں، چنانچہ ایک بار ابن عباس شریک تھے، ایک بار حضرت حذیفہ، ایک بار حضرت ابن مسعود، ایک بار حضرت جابر (مسلم ۱/ ۱۶۰ تا ۱۶۴)

تراویح کی نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین رات جماعت سے پڑھائی اس کے بعد فرضیت کے اندیشہ سے جماعت موقوف کردی اور گھروں میں پڑھنے کا مشورہ دیا۔ اس پر خلافتِ فاروقی کے ابتدائی دور تک عمل ہوتا رہا۔ (بخاری ۱/ ۱۴۷-۱۹۸) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب مشورہ صحابہ اپنے اپنے گھروں میں بلا جماعت تراویح پڑھتے رہے، بلکہ جو حضرات مسجد نبوی میں آتے تھے، ان میں بھی کوئی اکیلا پڑھتا تھا اور کسی کے پیچھے چند افراد کی ایک ٹولی کھڑی ہو جاتی تھی، ایک ہی نماز ایک ہی مسجد میں مختلف ٹولیوں کے اندر بٹ کر پڑھنے میں خطرات مضمر ہو سکتے تھے، اس لیے حضرت عمرؓ نے مسجد میں آنے والوں کو ایک ہی امام کے تحت کردیا۔ کیوں کہ اب فرضیت کا اندیشہ نہ تھا اور حضور کی مطلوبہ مصلحت پوری ہو چکی تھی۔ لیکن خود حضرت عمر اور بعض دیگر حضرات بھی اس جماعت میں شریک نہ ہوتے تھے۔ حضرت عمر اخیر رات میں تراویح پڑھنا افضل سمجھتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تراویح کے لیے جماعت نہ ضروری ہے نہ اہم۔ اسے با جماعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور بلا جماعت بھی اور بعینہ یہی حکم تہجد کا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر ایک ہی نماز کسی زمانہ میں جماعت سے اور کسی زمانہ میں بلا جماعت سے پڑھی جائے

AsliAhleSunnet.com

تو محض با جماعت اور بلا جماعت کے فرق سے وہ دونوں الگ الگ دو نمازیں نہیں ہو جاتیں۔ آخر وتر کی نماز بھی تو گیارہ مہینہ بلا جماعت پڑھی جاتی ہے اور رمضان میں جماعت کے ساتھ، لیکن کیا کوئی اس بات کا قائل ہے کہ گیارہ مہینے تو یہ وتر ہے اور رمضان میں وتر نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔؟

تہجد اور تراویح میں ایک فرق یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ تہجد کی مشروعیت نص قرآنی سے ہوئی ہے یعنی فتهجد به نافلة لك اور قم الليل الا قليلا سے اور تراویح کی مسنونیت احادیث سے ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سننت لكم قيامه (نسائی) یعنی میں نے رمضان کے قیام کو مسنون کیا ــــــ مگر یہ استدلال بھی غلط فہمی پر مبنی ہے، ان دونوں آیتوں سے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ تہجد اور قیام اللیل دونوں ایک ہی نماز کے نام ہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ جس قیام اللیل کی مشروعیت نص قرآنی سے ہو رہی ہے وہ رمضان اور غیر رمضان دونوں کو شامل ہے، اس کی تائید حضور کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا اللہ نے اس ماہ رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور اس کا قیام نفل بنایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اب سننت لكم قيامه والی حدیث کو لیجیے، اس میں تراویح کا لفظ نہیں ہے بلکہ قیامہ (قیام رمضان) کا لفظ ہے اور نص قرآنی قیام رمضان کو بھی شامل ہے اور جب قیام رمضان ہی کا نام تراویح ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نص قرآنی اس کو شامل نہیں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ تراویح کی مشروعیت نص قرآنی ہی سے ہوئی ہے۔ رہی سننت لكم قيامه والی حدیث تو یہ سخت ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی نضر بن شیبان کے متعلق ابن معین کا ارشاد ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ امام بخاری اور امام دار قطنی نے بھی اس کی اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۳۸) میزان الاعتدال ۳/۲۳۴) پھر یہ حدیث مذکورہ بالا حدیث کے معارض بھی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر اسے لائق اعتبار مان بھی لیں تو یاد رہے کہ شارع حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حضور کی طرف قیام رمضان کی نسبت مشروعیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ صرف اس اعتبار سے ہے کہ آپ نے عام تہجد کے مقابلہ میں اس کی طرف زیادہ توجہ اور شوق دلایا ہے اس کے فضائل و برکات بیان کیے ہیں، تعداد رکعات اور کیفیت ادا وغیرہ کی تفصیلات بتائی ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

یہ بھی یاد رہے کہ لیلۃ القدر کی مشروعیت اور مسنونیت کا ذکر خصوصی طور پر قیام رمضان سے الگ کیا گیا ہے۔ مگر کوئی نہیں کہتا کہ لیلۃ القدر کی نماز عام قیام رمضان سے جدا کوئی نماز ہے۔ اسی طرح قیام رمضان (تراویح) کا ذکر تہجد سے الگ ہو جانے کی وجہ سے کوئی جدا نماز نہیں۔

آیئے! اس سلسلہ میں مولانا انور شاہ صاحب کا ایک جامع بیان سنئے، لکھتے ہیں۔

قال عامة العلماء ان التراويح وصلاة الليل نوعان مختلفان والمختار عندی انهما واحد وان اختلفت صفتاهما ..... وجعل اختلاف الصفات دليلا على اختلاف نوعيهما ليس بجيد عندی، بل كانت تلك صلاة واحدة اذا تقدمت سميت باسم التراويح واذا تاخرت سميت باسم التهجد ولا بد فی تسميتها باسمين عند تغائر الوصفين، فانه لا حجر فی التغائر الاسمی اذا اجتمعت عليه الامة وانما يثبت تغائر النوعين اذا ثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم انه صلی التهجد مع اقامة بالتراويح فيض الباری ۴۲۰/۲ یعنی عام طور پر علماء (حنفیہ) یہ کہتے ہیں کہ تراویح اور صلوٰۃ اللیل (تہجد) دو مختلف النوع نمازیں ہیں لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں متحد النوع ہیں اگرچہ ان دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف ہے ..... مگر صفات کے اختلاف کو نوعی اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ اول شب میں پڑھی گئی تو اس کا نام تراویح ہوا اور آخر شب میں ادا کی گئی تو اس کا نام تہجد ہوا۔ اور جب ان دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف بھی ہے تو اس لحاظ سے اگر اس کے دو نام ہوں تو کیا تعجب ہے؟۔ ہاں! ان دونوں نمازوں کا متغائر النوع ہونا اس وقت ثابت ہو گا جب یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے ساتھ تہجد بھی ادا فرمایا تھا۔

مولانا انور شاہ کا بیان آپ نے پڑھ لیا۔ جن کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی کا ارشاد ہے کہ "اس امت میں ان کا وجود اسلام کی صداقت کی دلیل اور مستقل معجزہ ہے" (الفرقان بریلی صفر ۱۳۰۲ھ)

اب مزید اطمینان کے لیے مولانا رشید احمد گنگوہی کا بیان سنیئے۔

AsliAhleSunnet.com

بر اہل علم پوشیدہ نیست کہ قیام رمضان و قیام لیل فی الواقع یک نماز است کہ در رمضان برائے تیسیر مسلمین در اول شب مقرر کردہ شد، و ہنوز عزیمت در ادائش آخر شب است ...... نزد ہموں قائل فرضیت تہجد بر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تراویح نفس تہجد است علی التحقیق ..... و برائے کسے کہ تہجد را بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ گوید، چنانچہ قول حضرت عائشہ ہست رواہ مسلم فی سننہ پس مواظبت تہجد دلیل سنت موکدہ خواہد بود و دلائل قولیہ ناظر استحباب، مگر تہجد رمضان کہ تراویح است بدلیل قولی سنت موکدہ خواہد ماند ۔ واللہ اعلم ۔ (لطائف قاسمیہ ص ۱۳ - ۱۷ مکتوب سوم)

اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قیام رمضان (تراویح) اور قیام لیل (تہجد) فی الواقع دونوں ایک ہی نماز ہے، جو رمضان میں مسلمانوں کی آسانی کے لیے اول شب میں مقرر کر دی گئی ہے ۔ مگر اب بھی عزیمت اسی میں ہے کہ آخر شب میں ادا کی جائے ... جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی فرضیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ تراویح عین تہجد ہے ..... اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تہجد کی فرضیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی منسوخ ہو گئی جیسا کہ حضرت عائشہ کا قول ہے ۔ تو ان کے مسلک کے مطابق تہجد پر آنحضرت کی مواظبت اس کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہو گی اور قولی حدیثیں استحباب پر دلالت کریں گی ۔ مگر رمضان کا تہجد جو عین تراویح ہے دلیل قولی کی بنا پر سنت موکدہ ہی رہے گا ۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ زمانۂ رمضان کے تہجد ہی کا نام تراویح ہے ، اس لیے حضرت عائشہ کی حدیث جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اس سے کسی ادنیٰ شبہے کے بغیر تراویح کی تعداد گیارہ رکعت مسنون ثابت ہوتی ہے ۔

بیس رکعت تراویح کے دلائل کی حقیقت

پہلی دلیل کی حقیقت

جو لوگ بیس رکعت تراویح کو با جماعت سنت موکدہ کہتے ہیں ان کی سب سے پہلی اور قوی دلیل ابن عباس کی یہ روایت ہے ۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في شهر رمضان في غير جماعة

AsliAhleSunnet.com

بعشرین رکعة والوتر (سنن کبری بیہقی ۲/۴۹۶) ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں بیس رکعتیں اور وتر بغیر جماعت کے پڑھتے تھے۔

لیکن یاد رہے کہ تمام حنفی اور غیر حنفی علمار محققین نے اس روایت کو بالاتفاق ضعیف اور ناقابلِ احتجاج قرار دیا ہے۔ چند شہادتیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام بیہقی فرماتے ہیں تفرد به ابوشیبه ابراهیم بن عثمان العبسی الکوفی وهو ضعیف، ۔ یعنی اس حدیث کو تنہا ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(۲) امام سیوطی نے اپنی کتاب المصابیح میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد صاف صاف لکھا ہے۔ هٰذا الحدیث ضعیف جدا لاتقوم به حجة ص ۲ ۔ یعنی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے حجت کے لائق نہیں ہے۔

پھر آگے چل کر ابوشیبہ کے متعلق کبار محدثین کی جرحیں نقل کر کے لکھتے ہیں۔

ومن اتفق هؤلاء الائمة علی تضعیفه لا یحل الاحتجاج بحدیثه ص ۲ جس شخص کی تضعیف پر یہ سب ائمہ متفق ہوں اس کی حدیث سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے

(۳) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فاسناده ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة الذی فی الصحیحین مع کونها اعلم بحال النبی صلی الله علیه وسلم لیلا من غیرها۔ (۲/۲۰۵، ۲۰۶ طبع مصر) ۔ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اور یہ حضرت عائشہ کی اس حدیث کے معارض بھی ہے جو صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے حالات کو دوسرے صحابہ سے زیادہ جانتی تھیں۔

(۴) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں۔ وهو معلول بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبة وهو متفق علی ضعفه ولینه ابن عدی فی الکامل ثم انه یخالف الحدیث الصحیح عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن انه سأل عائشة

AsliAhleSunnet.com

الحدیث نصب الرایہ ۱/۲۹۳ فیقبل الصحیح ویطرح غیرہ کذا فی التعلیق الممجد عند نقل ھذا الکلام عن الزیلعی و ابن الھمام وغیرھما۔

ابو شیبہ کی وجہ سے یہ حدیث معلول و ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر سب محدثین کا اتفاق ہے اور ابن عدی نے اس کو لین کہا ہے اور یہ حدیث حضرت عائشہ کی صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے لہذا قابل قبول نہیں ہے۔

(۵) علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: **واما** روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ فضعیف بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبۃ متفق علی ضعفہ مع مخالفتہ الصحیح۔ (فتح القدیر ۱/۳۳۳ مطبوعہ مصر) ۔ یہ حدیث ضعیف ہے اور ابو شیبہ کے ضعف پر سب متفق ہیں نیز یہ حدیث حضرت عائشہ کی صحیح حدیث کے مخالف ہے اس لیے قابل حجت نہیں۔

(۶) علامہ عینی حنفی اس حدیث کو شرح بخاری میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کذبہ شعبۃ وضعفہ احمد وابن معین والبخاری والنسائی وغیرھم واورد لہ ابن عدی ھذا الحدیث فی الکامل فی مناکیرہ۔ (عمدۃ القاری ۵/۳۵۹ مطبوعہ مصر)۔ اس حدیث کے راوی ابو شیبہ کو شعبہ نے کاذب کہا ہے، اور امام احمد بن حنبل و ابن معین و بخاری و نسائی وغیرہم نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں اس حدیث کو ابو شیبہ کی مناکیر میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی نے ان جرحوں میں سے کسی جرح پر کوئی اعتراض نہیں کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو شیبہ پر کی گئی یہ سب جرحیں ان کے نزدیک مقبول اور معتبر ہیں، لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک بھی بلاشبہ ضعیف اور ناقابلِ احتجاج ہے۔

(۷) علامہ ابو الطیب محمد بن عبد القادر سندھی ثم المدنی حنفی نقشبندی اپنی ترمذی کی شرح ۱/۴۲۳ میں لکھتے ہیں۔ ورد عن ابن عباس قال کان رسول اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر رواہ ابن ابی شیبۃ واسنادہ ضعیف و قد عارضہ

AsliAhleSunnet.com

حدیث عائشۃ" ھذا وھو فی الصحیحین فلا تقوم بہ حجۃ ۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اس کی اسناد ضعیف ہے اور حضرت عائشہ کی صحیحین والی روایت کے معارض ہے لہٰذا یہ حجت کے قابل نہیں ہے ۔

(۸) حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو ابو شیبہ کی منکر روایتوں میں شمار کیا ہے (میزان الاعتدال ۱/۲۱)

(۹) مولانا عبد الحی لکھنوی حنفی نے بھی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں صراحۃ" اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۳۵۴

(۱۰) مولانا انور شاہ فرماتے ہیں ۔ و اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات واما عشرون رکعۃ فھو عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بسند ضعیف و علی ضعفہ اتفاق ۔ (العرف الشذی ۳۰۹) ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی آٹھ رکعتیں صحیح طور پر ثابت ہیں ۔ بیس رکعت والی روایت کی سند ضعیف ہے اور ایسی ضعیف ہے کہ اس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے

(۱۱) مولانا زکریا کاندھلوی حنفی اپنی شرح موطا میں لکھتے ہیں ۔ لا ستک فی ان تحدید التراویح فی عشرین رکعۃ لم یثبت مرفوعا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق صحیح علی اصول المحدثین وما ورد فیہ من روایۃ ابن عباس فمتکلم فیھا علی اصولھم ۔ (اوجز المسالک ۱/۳۹۷) ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تراویح کی بیس رکعتوں کی تحدید و تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصول محدثین کے طریق پر ثابت نہیں ہے اور جو روایت حضرت ابن عباس سے بیس رکعات کے متعلق مروی ہے وہ باصول محدثین مجروح اور ضعیف ہے ۔

(۱۲) شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی محدثین سے اس روایت کی تضعیف نقل کی ہے اور اس کے بالمقابل حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے ۔

(ماثبت بالسنۃ ص ۱۲۲)

AsliAhleSunnet.com

دوسری دلیل کی حقیقت

فرمان فاروقی کیا تھا۔

بیس رکعت کے ثبوت میں بالعموم حنفی حضرات، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیا کرتے ہیں، اس لیے یہ حقیقت بھی قلمبند کر دینی ضروری ہے کہ فرمانِ فاروقی کیا تھا۔ موطا بہ قیام اللیل ص ۱٦٢ اور معرفۃ السنن للبیھقی ۱ ۷ ۴ ہ میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ:۔ امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیماً الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ۔ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔

انہی سائب بن یزید کا یہ بھی بیان ہے کہ: کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرۃ رکعۃ۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ المصابیح للسیوطی ص ١٩) ۔ ہم لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

یہ روایتیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔ امام سیوطی لکھتے ہیں سندہ فی غایۃ الصحۃ (المصابیح ص ۲) اس کی سند انتہائی صحیح ہے۔ امام طحاوی حنفی نے تین رکعت وتر کے ثبوت میں اسے بلا کسی رد و قدح کے پیش کیا ہے۔ علامہ شوق نیموی حنفی نے لکھا ہے، اسنادہ صحیح (آثار السنن ۲ /۵۲) یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ واضح رہے کہ بیہقی کی سند میں امام شافعی امام مالک سے وہ محمد بن یوسف سے اور وہ سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں جو انتہائی اعلیٰ درجوں کی سندوں میں سے ہے۔

ان دونوں روایتوں سے مجموعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا، اور وہ دونوں حضرات گیارہ رکعت پڑھاتے تھے۔

واضح رہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کے شہر میں اور آپ کی اس مسجد سے متعلق ہے جس میں آپ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے اور جس کی نماز تراویح کا معائنہ کرنے کے لیے آپ مسجد میں تشریف بھی لاتے تھے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرمان فاروقی یہ تھا کہ تراویح کی نماز گیارہ رکعت پڑھی جائے اور اسی پر عمل بھی تھا۔

اس فرمان فاروقی کے خلاف پوری دنیائے اسلام میں ایک آواز بھی نہ اٹھی اجلہ صحابہ و تابعین موجود

AsliAhleSunnet.com

تھے، لیکن کسی نے بھی اس پر رد وانکار نہ کیا، سوچیے کیا یہ گیارہ رکعت کی مشروعیت پر اس دور کے تمام صحابہ وتابعین کا اجماع نہ ہوا۔

بیس اس فرمان فاروقی کے ہوتے ہوئے اولاً تو یہ بات لائق تسلیم ہی نہیں کہ حضرت فاروق اعظم کے عہد میں بیس پر عمل ہوا کیوں کہ اس کے مقابلہ میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں ان کی صحت ثابت نہیں، ثانیاً اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ تسلیم نہیں ہے کہ حضرت فاروق اعظم کو اس کی اطلاع تھی، کیوں کہ جس بیان کو حنفی حضرت اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ۔ (سنن کبری ۲/۴۹۶)
یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

واضح رہے کہ یہ روایت ضعیف تو ہے ہی لیکن اس کے علاوہ اس میں صرف حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھی جانے کا ذکر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے اس کا حکم دیا ہو تو یہ بڑی بات ہے، اس روایت میں تو ان کے علم واطلاع تک کا ذکر نہیں۔ اس لیے بیس رکعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نہ تو لی سنت ہوگی نہ تقریری۔ بلکہ گیارہ رکعت ہی ان کی قولی سنت بھی ہے اور تقریری بھی۔

بیس رکعت والی مذکورہ روایت ضعیف اس لیے ہے کہ صحیح روایت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے ایک طریق میں ابو عبداللہ بن فنجویہ ہیں۔ اور دوسرے طریق میں ابوطاہر زیادی اور ابوعثمان بصری ہیں اور ان تینوں میں سے کسی کا بھی عادل اور ثقہ ہونا معلوم نہیں، اس لیے یہ روایت قابل قبول نہ ہوگی۔

بیس رکعت والی روایت کی تائید میں کچھ مرسل روایتیں بھی پیش کی جاتی ہیں مثلاً یزید بن رومان کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس رکعت مع وتر پڑھتے تھے، جو لوگ اس اثر سے اپنے مسلک کی تائید حاصل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اگرچہ یہ روایت منقطع ہے لیکن دوسرے طریق سے موطا مالک کی منقطع روایتوں کا اتصال ثابت ہے اس اعتبار سے وہ صحیح ہیں۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ کسی روایت کا متصل ثابت ہو جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے، کتنی روایتیں ہیں جو متصل ہیں مگر ضعیف اور مردود ہیں، بلکہ اتصال ثابت ہونے کے ساتھ اس کی صحت بھی ثابت ہونی چاہیے، لہذا یزید بن رومان کے اثر پر منقطع ہونے کا جو اعتراض ہے اس سے صرف انقطاع کی علت کا اظہار مقصود نہیں ہے بلکہ

AsliAhleSunnet.com

اس اعتراض کا مقصد یہ ہے کہ درمیان سے جو راوی ساقط ہے اس کی ذات بھی مجہول ہے اور اس کے اوصاف واحوال بھی مجہول ہیں اس لیے جب تک راوی کی ذات معلوم نہ ہو اس کی عدالت اور حفظ وضبط وغیرہ تمام شرائط صحت متحقق نہ ہوں یہ روایت صحیح اور حجت نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات یہ کہ اکثر محدثین کے نزدیک صحیح مسلک یہی ہے کہ مرسل روایت ضعیف اور ناقابلِ احتجاج ہے امام شافعی مرسل روایتوں کی قبولیت کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قال الشافعی واما مراسیل غیر کبار التابعین فلا اعلم احداً قبلها۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۱۵)۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ کبار تابعین کے علاوہ (یعنی متوسطین اور صغار تابعین) کی مرسل روایتوں کی بابت میں کسی (اہل علم) کو نہیں جانتا جس نے ان کو قبول کیا۔؟

یعنی مرسل روایت کی قبولیت کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کبار تابعین سے مروی ہو، پھر روایت دوسری مسند یا مرسل روایتوں کی تائید وغیرہ سے قوت پکڑے گی اور حجت ہوگی غیر کبار تابعین کی مراسیل کسی حال میں بھی مقبول نہیں۔ امام شافعی کے اس اصول کے مطابق بھی یزید بن رومان کا اثر امام شافعی اور اکثر ائمہ اور محدثین کے نزدیک نامقبول ہوگا کیوں کہ یزید بن رومان صغار تابعین میں سے ہیں۔ اس لیے ان کے اس اثر کی تائید خواہ کتنی مراسیل سے ہو وہ قابلِ قبول نہیں ہوگی۔

یہی حال ان تمام مرسل روایتوں کا ہے جو بیس رکعت ماننے والے پیش کرتے ہیں، اس لیے کہ کوئی مرسل ایسا نہیں جو کبار تابعین سے مروی ہو اس لیے سب مراسیل مردود اور ناقابلِ حجت ہیں۔ یزید بن رومان کے بارے میں حافظ ابن حجر تقریب التہذیب ص ۳۹۷ میں لکھتے ہیں ثقة من الخامسة یعنی یہ ثقہ ہے اور پانچویں طبقہ میں سے ہے۔ پانچویں طبقہ کے متعلق حافظ ابن حجر اسی تقریب کے شروع میں لکھتے ہیں الخامسة الطبقة الصغریٰ منهم یعنی پانچواں طبقہ صغار تابعین کا طبقہ ہے۔

دوسرا مرسل اثر عبد العزیز بن رفیع کا پیش کیا جاتا ہے جسے یزید بن رومان کی روایت کا مؤید ہونے کی وجہ سے قابلِ احتجاج مانتے ہیں، لیکن عبد العزیز بن رفیع بھی کبار تابعین میں سے نہیں ہیں ان کی بابت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ثقة من الرابعة تقریب ۲۱۲ یعنی چوتھے طبقے کے راوی ہیں اور چوتھا طبقہ وہ ہے جو تابعین کے طبقہ وسطیٰ کے قریب ہے جن کی اکثر روایتیں کبار تابعین سے لی گئی ہیں صحابہ سے نہیں تقریب ص ۳

AsliAhleSunnet.com

تیسرا اثر یحییٰ بن سعید انصاری کا ہے یہ بھی مرسل ہے اور چونکہ یحییٰ بن سعید انصاری کبار تابعین میں سے نہیں ہیں اس لیے یہ بھی مردود ہے، حافظ ابن حجر ان کی بابت لکھتے ہیں ثقة - من الخامسة تقریب ص ۳۹۱ یعنی پانچویں طبقہ کے راوی ہیں یعنی صغار تابعین میں سے ہیں۔

چوتھا اثر حضرت ابی کی روایت ہے جس کی سند کا حال معلوم نہیں، اس لیے اوّل درجہ ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہونے کا احتمال ہے۔

پانچویں محمد بن کعب قرظی کا اثر ہے یہ بھی مرسل ہے اور یہ بھی کبار تابعین میں سے نہیں ہیں، اس لیے یہ اثر بھی بے اثر ہے، حافظ ابن حجر ان کے متعلق لکھتے ہیں، ثقة عالم من الثالثة تقریب ۳۳۶ یعنی ثقہ ہیں عالم ہیں تیسرے طبقہ کے ہیں اور تیسرا طبقہ متوسطین تابعین کا ہے۔ تقریب ص ۳

اعمش کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھتے تھے، لیکن اعمش بھی کبار تابعین میں سے نہیں ہیں۔ حافظ ان کی بابت لکھتے ہیں من الخامسة تقریب ص ۱۶۰ یعنی یہ پانچویں طبقے کے ہیں اور پانچواں طبقہ صغار تابعین کا ہے اس لیے یہ بھی کالعدم ہے۔

ان روایتوں کا دوسرا جواب یہ ہے جیسے امام شافعی فرماتے ہیں۔

واذا وجدت الدلائل بصحة حديثه بما وصفت احببنا ان نقبل مرسله ولا نستطيع ان نزعم ان الحجة تثبت به ثبوتها بالموتصل (الرسالہ لشرح احمد محمد شاکر ۴۶۲)

ایسے راوی کی حدیث کی صحت کے دلائل اگر ہماری بیان کردہ شرطوں کے مطابق پائے جائیں گے تو ہم ان کی مرسل روایت کو قبول کر لینا پسند کریں گے، لیکن بایں ہمہ ہم یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ اس مرسل روایت سے اسی طرح حجت قائم ہوگی جس طرح کسی متصل روایت سے ہوتی ہے۔

اس بات کو حافظ ابن کثیر نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے۔ ولا ينتهض الى رتبة المتصل ۔

یعنی یہ مرسل حدیث (شرائط صحت کے تحقق کے بعد بھی) کسی متصل روایت کے برابر نہیں ہو سکتی۔

پس بالفرض اگر یہ سارے مراسیل صحیح بھی ہوں تو اس روایت کے مقابلے میں صحت کے قابل نہیں ہو سکتے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا، کیوں کہ وہ روایت بلاشبہ متصل ہے اور مرسل روایت متصل روایت کا مقابلہ

AsliAhleSunnet.com

نہیں کرسکتی۔

تیسرا جواب یہ گزارشات اس صورتحال کے لیے ہیں جب یہ آثار واقعی مرسل ہوں ورنہ جمہور محدثین (جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں) کی اصطلاح کے مطابق ان روایتوں میں سے کوئی ایک روایت بھی مرسل نہیں ہے، جبکہ یہ سب موقوف اور منقطع ہیں، کیوں کہ جمہور محدثین کے نزدیک مرسل وہ حدیث ہے جس میں تابعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول یا فعل یا تقریر کو بیان کیا ہو اور ان روایتوں میں سے کسی روایت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے کوئی بات نہیں بیان کی گئی ہے۔ بلکہ ان سب روایتوں میں صحابہ اور تابعین کے فعل کا بیان ہے اور صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کو موقوف کہتے ہیں خواہ وہ متصل ہو یا منقطع لہٰذا تمام آثار مذکورہ موقوف منقطع ہیں۔

حضرت علی کے اثر پر بحث

احناف بیس رکعت کے ثبوت میں سنن بیہقی کی اس روایت کو بھی پیش کرتے ہیں۔

عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة وکان علی یوتر بهم۔ یعنی حضرت علی نے ماہِ رمضان میں قاریانِ قرآن کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور وتر آپ پڑھا دیا کرتے۔

لیکن یاد رہے کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہے

اولاً اس وجہ سے کہ اس کی سند میں ایک راوی حماد بن شعیب ہیں اور وہ ضعیف اور متروک الحدیث ہیں۔ امام ذہبی میزان الاعتدال ۱/۲۴۷ میں فرماتے ہیں۔ حماد بن شعیب الحمانی الکوفی عن ابی الزبیر وغیرہ ضعفه ابن معین وغیرہ وقال یحیی مرة لا یکتب حدیثه وقال البخاری فیه نظر وقال النسائی ضعیف وقال ابن عدی اکثر حدیثه مما لا یتابع علیه وقال ابوحاتم لیس بالقوی) ۔ حماد بن شعیب حمانی کوفی ہیں، ابوالزبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں یحیی بن معین وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے اور یحیی نے ایک بار یہ بھی کہا ہے کہ یہ اس قابل بھی نہیں ہے کہ ان کی حدیث

AsliAhleSunnet.com

لکھی جائے اور امام بخاری علیہ نے ان کے حق میں فیہ نظر (یعنی متروک الحدیث) کہا ہے اور نسائی نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے اور ابن عدی نے کہا کہ ان کی اکثر حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جن پر ان کی کوئی متابعت نہیں کرتا، ابو حاتم نے کہا یہ قوی نہیں ہیں۔

ثانیاً اس وجہ سے بھی کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی عطاء بن سائب بھی ہیں جو حماد بن شعیب کے شیخ یعنی استاذ ہیں اور گو یہ عطاء بن سائب پہلے ثقہ تھے لیکن بعد کو ان کے حافظہ میں تغیر آگیا تھا یعنی بدحافظہ ہو گئے تھے اس لیے ثقہ باقی نہیں رہے۔ لہٰذا جن ثقات نے ان سے ان کے اس تغیر اور بدحافظگی سے قبل حدیث سنی ہے وہ حدیث تو صحیح ہے اور جن ثقات نے ان سے بعد میں حدیث سنی ہے وہ حدیث صحیح نہیں ہے اور حماد بن شعیب جو ان سے روایت کرتے ہیں اولاً تو وہ خود ہی ثقہ نہیں ہیں ثانیاً اگر ان سے حدیث سنی بھی ہو تو بعد میں سنی ہے، کیوں کہ قبل میں ان سے حدیث سننے والے صرف تین ہی شخص بیان کیے جاتے ہیں جن میں سے یہ نہیں ہیں اور وہ تین شخص یہ ہیں۔ شعبہ، سفیان، حماد بن زید۔

امام ذہبی میزان الاعتدال ۲/۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔ عطاء بن السائب الثقفی ابو زید الکوفی احد علماء التابعین روی عن عبد اللہ بن ابی اوفی و انس ووالدہ وجماعۃ حدث عنہ سفیان وشعبۃ والفلاس وتغیر باخرہ وساء حفظہ قال احمد من سمع منہ قدیماً فھو صحیح ومن سمع منہ حدیثاً لم یکن بشئ وقال یحیی لا یحتج بہ وقال احمد بن ابی خیثمۃ عن یحیی حدیثہ ضعیف الا ما کان عن شعبۃ وسفیان وقال یحیی بن سعید سمع حماد بن زید عن عطاء بن السائب القدیمۃ صحیحۃ وقال احمد بن حنبل عطاء بن السائب ثقۃ ثقۃ رجل صالح من سمع منہ قدیما کان صحیحا یختم کل لیلۃ وقال ابو حاتم محلہ الصدق قبل ان یختلط وقال النسائی ثقۃ فی حدیثہ القدیم لکنہ تغیر و روایۃ شعبۃ والثوری وحماد بن زید عنہ جیدۃ۔ — عطاء بن سائب ثقفی ہیں ابو زید ان کی کنیت ہے کوفے کے رہنے والے ہیں علماء تابعین میں سے ایک عالم ہیں۔ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور اپنے والد اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے سفیان اور شعبہ اور فلاس روایت کرتے ہیں، آخر میں ان کے حافظہ میں تغیر آگیا

ثم قبل ان ینتخب رجال البخاری احادیث عطاء بن السائب

AsliAhleSunnet.com

اور بد حافظہ ہو گئے، امام احمد بن حنبل نے کہا جن ثقات نے ان سے پہلے حدیث سنی ہے وہ صحیح ہے اور جن ثقات نے بعد میں سنی ہے وہ کچھ نہیں اور یحی نے کہا عطاء بن سائب قابلِ احتجاج نہیں ہیں اور احمد بن ابی خیثمہ نے یحی سے نقل کیا کہ جو حدیث ان سے شعبہ وسفیان نے سنی ہے، اس کے سوا ان کی جو حدیث ہے وہ ضعیف ہے اور یحی بن سعید نے کہا کہ حماد بن زید نے بھی عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط یعنی تغیر کے قبل سنا ہے، اور امام بخاری نے کہا عطاء بن سائب کی قدیم حدیثیں صحیح ہیں اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ عطاء بن سائب ثقہ ہیں ثقہ ہیں وہ ایک صالح شخص ہیں، جن ثقات نے ان سے پہلے حدیث سنی ہے وہ صحیح ہے اور یہ ہر رات قرآن ختم کیا کرتے تھے اور ابو حاتم نے کہا عطاء بن سائب اس اختلاط سے قبل سچائی کے محل تھے، اور نسائی نے کہا عطاء بن سائب اپنی قدیم حدیث میں ثقہ ہیں لیکن بعد میں ان میں تغیر آگیا تھا اور شعبہ، سفیان ثوری اور حماد بن زید نے جو حدیثیں ان سے روایت کی ہیں وہ اچھی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ بیس رکعت کا ثبوت نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے نہ فاروق اعظم سے نہ علی مرتضیٰ سے۔
اس سلسلہ میں صحیح روایات سے جو بات ثابت ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت تراویح مع وتر پڑھی اور پڑھائی ہے اور اسی کا حکم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی دیا تھا، اور اسی پر ان کے دور میں عمل بھی ہوتا تھا۔

فیصلہ کن بات

تراویح کی رکعات کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے خلافت فاروقی تک جو معمول تھا اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ اس مدت میں تراویح کی نماز گیارہ رکعت پڑھی جاتی تھی، باقی دو خلیفہ راشد حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں صحیح سند سے کچھ منقول نہیں ہے۔ بعد کے ادوار میں مختلف لوگوں سے تراویح کی مختلف رکعتیں پڑھنی منقول ہیں، جو یہ ہیں۔ ۱۱ - ۱۳، ۱۶ - ۲۰ - ۲۴ - ۲۸ - ۳۴ - ۳۶ - ۳۸ - ۴۰
(دیکھیے فتح الباری مطبوعہ دہلی ۲/۳۱۶ - ۳۱۷، عمدۃ القاری ۵/۳۵۵)

ایک عام آدمی اختلاف کی یہ بھرمار دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ آخر صحیح بات کیا ہے اور اس اختلاف کا حل کیا ہے؟۔

تمام علماء محققین نے بالاتفاق اس کا یہ حل پیش کیا ہے کہ تراویح کی اصلی اور مسنون رکعتیں آٹھ (اور مع وتر

AsliAhleSunnet.com

گیارہ اہی ہیں۔ کیوں کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، لیکن چوں کہ لوگ رمضان کی پوری رات، یا رات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گزارنا چاہتے تھے اور صرف آٹھ رکعات میں پوری رات گزار دی جائے تو اتنی دیر تک کھڑے رہنا پڑے گا کہ برداشت کرنا مشکل ہوگا، اس لیے لوگوں نے اوسط درجہ کی قرأت کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر رات کے باقی حصے میں مطلق نفل کی حیثیت سے مزید کچھ رکعتیں پڑھنی شروع کر دیں اور چوں کہ نفل نماز کے لیے رکعات کی کوئی حد اور تعیین نہیں، بلکہ جو جتنی چاہے پڑھ سکتا ہے، اس لیے آٹھ رکعات پر جو اضافہ ہوا اس میں مختلف لوگوں کا مختلف معمول رہا، یعنی مجموعی طور پر کسی نے سولہ کسی نے بیس، کسی نے چوبیس، کسی نے اٹھائیس، کسی نے چونتیس کسی نے چھتیس، کسی نے اڑتیس اور کسی نے چالیس رکعتیں پڑھیں۔ اس کا انحصار محض پڑھنے والوں کی رغبت اور شوق پر تھا۔ شریعت کی طرف سے کوئی حد بندی اور پابندی نہ تھی۔

پچھلے صفحات میں جن علمائے احناف کے اقوال پیش کیے گئے ہیں انھوں نے بھی اس اختلاف کا یہی حل بتایا ہے کہ تراویح کی آٹھ رکعتیں سنت نبوی ہیں اور اس سے زائد نفل ہیں۔

پس آج بھی اگر کوئی شخص آٹھ رکعت تراویح کو سنت نبوی سمجھ کر محض نفل کی حیثیت سے اس پر مزید اضافہ کرے اور بیس یا چھتیس وغیرہ رکعتیں پڑھے تو کوئی حرج نہیں، لیکن آٹھ رکعت سے زیادہ کو اگر کوئی شخص سنت موکدہ ٹھہرائے اور اس میں کمی بیشی کو مکروہ اور بدعت اور شفاعت نبوی سے محرومی کا سبب قرار دے تو یہ سنگین غلطی ہوگی کیوں کہ غیر مسنون کو مسنون قرار دینا بدعت سے کم نہیں۔

پچھلے دور میں جو لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے وہ محققین کی حسب تصریح چوں کہ آٹھ رکعات سے زائد کو سنت موکدہ نہیں بلکہ مطلق نفل سمجھ کر پڑھتے تھے اس لیے ان کا بیس رکعت پڑھنا صحیح تھا، لیکن اب ہندوستان میں بیس رکعت سنت موکدہ سمجھ کر پڑھی جاتی ہے اور اس میں کمی بیشی کو مکروہ بدعت اور شفاعت نبوی سے محرومی کا سبب سمجھا جاتا ہے، اس لیے ایسی بیس رکعت تراویح پڑھنی غلط اور خلاف سنت ہے اور چوں کہ یہ تصور اور عمل عام ہے اس لیے اس سے بچاؤ کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ کر ٹھیٹھ سنت سنت نبوی یعنی آٹھ رکعت کو اختیار کر لیا جائے۔

واللہ ولی التوفیق ولہ الحمد۔

●●●

AsliAhleSunnet.com